مقررات دراسية
لاختبارات الخدمات الملكية

یو، پی، پی سی ایس عربی مضمون کا نصاب

الوَسِيُلَة

U. P. PCS SYLLABUS
ARABIC SUBJECT

ترتیب وتدوین
ڈاکٹر محمد ضیاء الدین
گیسٹ لکچرر شعبہ عربی وفارسی الہ آباد یونیورسٹی الہ آباد

مکتبہ الاشرف متصل فلاح العباد ٹرسٹ، کریلی، الہ آباد

تفصیلات

نام کتاب	:	الوسیلۃ مقررات دراسیۃ لاختبارات الخدمات الملکیۃ (یو پی پی سی ایس، عربی نصاب)
ترتیب وتدوین	:	ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری الہ آبادی
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	الاشرف کمپیوٹر ایجوکیشن سینٹر۔ راجہ پور الہ آباد موبائل نمبر 09415630879
صفحات	:	۲۰۸
سن اشاعت	:	۱۴۴۰ھ ۲۰۱۸ء
تعداد	:	۱۰۰۰
قیمت	:	200/00
ناشر	:	مکتبہ الاشرف کرامت کی چوکی آزاد نگر کریلی الہ آباد
ملنے کے پتے	:	(۱) دار العلوم مرکز اسلامی 548-A/4 راجہ پور (اونچوا) الہ آباد، یو پی، انڈیا (۲) مسعود پبلیشنگ ہاؤس دیوبند

انتساب

اس علمی کاوش کو

والدمحترم

مفسرقرآن حضرۃ العلامۃ **سید محمد غیاث الدین** مظاہری

کی نذر کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں جوعلم کے بحرذخار ہیں جن سے

ایک علمی دنیا سیراب ہوتی رہتی ہے

اور

والدہ محترمہ کے نام جو ہمارے لئے مثل ''**روشن چراغ**'' ہیں

ڈاکٹرمحمد ضیاءالدین

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۳
۲	تقدمہ	۷
۳	الوسیلہ۔ چند معروضات	۹
۴	حرفے چند	۱۱
۵	پہلا پیپر	۱۴
۶	دوسرا پیپر	۱۵
۷	جزء(ب) (الشعروالشعراء)	۱۵
۸	امراؤالقیس	۱۶
۹	زہیر بن ابی سلمی	۲۹
۱۰	خنساء	۴۰
۱۱	حسان بن ثابت	۵۲
۱۲	عمر بن أبی ربیعۃ	۶۶
۱۳	فرزدق	۷۵
۱۴	ابی تمام	۹۶
۱۵	احمد شوقی	۱۰۶
۱۶	جزء(ب) (الأدب والأدباء)	۱۳۵
۱۷	ابن المقفع کلیلۃ ودمنۃ	۱۳۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۸	ابن خلدون الجبر والمقابلۃ	۱۳۹
۱۹	لطفی المنفلوطی النظرات	۱۵۳
۲۰	احمد امین حیاتی	۱۸۲
۲۱	توفیق الحکیم ڈرامہ شہرزاد	۱۸۲
۲۲	بلاغت	۱۸۳
۲۳	علم معانی	۱۸۳
۲۴	علم بیان	۱۸۵
۲۵	علم بدیع	۱۸۸
۲۶	محسنات معنویہ	۱۸۸
۲۷	محسنات لفظیہ	۱۹۳
۲۸	جزء (س) اردو سے عربی میں ترجمہ	۱۹۷
۲۹	پی سی ایس کا پیپر بطور نمونہ۔ ۲۰۱۴ء	۱۹۸
۳۰	مراجع	۲۰۶

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى جعل العلم دليلا للوصول إليه و جعل للعلم أصولاً يستدل بها عليه ،دستوراً قويماً و **وسيلة** مستقيمة. والصلاة والسلام على سيدنا إمام المرسلين و خاتم النبيين و علىٰ آله وأصحابه و عترته أجمعين. أما بعد :

فإن اللغة العربية أقدم وأفهم وإن لها مزية وفضيلة ماليس لغيرها من لغات العالم وإنها من أغنى اللغات مادة و علماً و أدباً وتعبيراً و أسلوباً وأثراها لفظاً و معنى ، ومع ذلك هى لغة العرب والحنان ولغة أهل الجنة.قال النبى صلى الله عليه وسلم :أحبوا العرب لثلاث ، لأنى عربى ، و القرآن عربى، وكلام أهل الجنة عربى.(كشف الخفاء للعجلونى - ح: ١٣٣)

فإن هٰذا الكتاب الذى أسعد الآن بتقديمه إلى أيدى قرّاء اللغة العربية كتاب علمى وأدبى المسمى **بـ"الوسيلة"**.دوّن هذا الكتاب لـ"مقررات دراسية لاختبارات الخدمات الملكية"خاصة، ولكل من يريد الاستفادة منه عامة.

قد استفدت فى تدوين هذا الكتاب من" تاريخ الأدب العربى " للزيات، و "تاريخ الأدب العربى" لعمر فروخ ، و"تاريخ آداب العرب" للرافعى ،و "ظفر المحصلين بأحوال المصنفين"لمحمد حنيف الفنفوهى و "أشعار الشعراء الستة الجاهليين" لابراهيم شمس الدين ، "ومقدمة ابن خلدون" ودواوين لشعراء اللغة العربية وغيرها من الكتب المفيدة المرهمة.

وأنا أشكر شكراً جزيلاً للوالدين المحترمين العلامة المحقق السيد محمد غياث الدين المظاهرى و أمى المكرمة يحفظهما الله تعالىٰ دائماً وأطال الله بقائهما بالسلامة والعافية.

وجزى الله تعالىٰ خيراً الدكتورة صالحة رشيد رئيسة قسم اللغة العربية والفارسية بجامعة اله آبادبا لهند لماأن لها فى اخراج هذا الكتاب عناية خاصة لاتنسى.

نسأل الله تعالىٰ سبحانه أن يقبل منى هذا العمل العلمى وأن يجعل نفعه عاماً و تاماً .

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

محمد ضيا الدين المظاهرى
أستاذ ضيف قسم اللغة العربية والفارسية
جامعة اله آباد ، الهند .

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدمہ

از

مفسر قرآن، ادیب انیق

حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

صدر دارالعلوم مرکز اسلامی وفلاح العباد ٹرسٹ۔الہ آباد

انتظامی امور مملکت کی انجام دہی کے لئے صوبائی سطح پر اونچے مناصب پر کار پردازان حکومت کی تقرری کیلئے اتر پردیش میں جو امتحان (U.P. P.C.S.) ہوتا ہے اس میں ایک اختیاری مضمون عربی بھی ہے۔اور چونکہ یہ امتحان اعلیٰ مناصب کے لئے ہے اس لحاظ سے اس کا نصاب بھی بلند معیار کا ہے۔جس میں کامیابی کے لئے اچھی لیاقت اور خاص محنت وجد وجہد کی ضرورت ہوتی ہے، تاہم اس میں سب سے پہلا اور مشکل مرحلہ نصاب کے مضامین کی فراہمی کا ہے جو آسان نہیں ہے، اس لئے اس راہ میں قدم رکھنے والے طلبہ کو بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پیش نظر کتاب ''**الوسیلہ**'' عزیز طلبہ کی اسی مشکل کو حل کرنے کی غرض سے معرض تدوین میں آئی ہے، اس مجموعہ میں تمام متعلقہ مضامین نہایت خوش اسلوبی سے جمع کر دیئے گئے ہیں اس کے ساتھ فاضل مرتب نے کتابت وطباعت میں تصحیح کا بھی غایت درجہ اہتمام کیا ہے جس کی وجہ سے صحیح عبارت نہ پڑھ سکنے کی وجہ سے جو مشکل پیش آتی تھی وہ دور ہوگئی اور استفادہ آسان ہوگیا۔اور اس طرح اب یہ مجموعۂ مضامین مسمی بہ ''**الوسیلہ**'' حقیقی معنوں میں حصول مقصد کا وسیلہ اور ذریعہ بن گیا۔

دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس کے ذریعہ عزیز طلبہ کو کامرانی کی منزل مقصود تک رسائی عطا فرماتے رہیں۔(آمین)

اور چونکہ اس مجموعہ علمیہ ادبیہ میں چوٹی کے عرب شعراء وادباء کے قصائد اور شہ پارے شامل ہیں اس لئے بلا تکلف یہ مشورہ دیا جاسکتا ہے کہ یہ اس لائق ہے کہ اس کو مدارس عربیہ بورڈ کے فاضل ادب کے نصاب میں اور اسی طرح یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل کیا جاسکے، اس میں اتنا کچھ ہے کہ اگر اس کو سمجھ کر پڑھ لیا جائے تو عربی زبان وادب کا خاصا ذوق پیدا ہوسکتا ہے۔

عزیزم ڈاکٹر مولوی حافظ سید محمد ضیاء الدین سلمہ اللہ تعالیٰ وعافاہ نے اس کے جمع وتدوین اور تصحیح عبارت وغیرہ میں بہت جانفشانی کی ہے جس کے لئے وہ قابل مبارکباد بھی ہیں اور مستحق دعاء بھی، اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت اور کوشش کو شرف قبول سے نوازیں اور مزید کی توفیق ارزانی فرمائیں۔(آمین)

احقر سید محمد غیاث الدین غفرلہ

۱۲/محرم الحرام ۱۴۴۰ھ/۲۲/اکتوبر ۲۰۱۸ء

الوسیلہ۔ چند معروضات

از
محترمہ ڈاکٹر صالحہ رشید صاحبہ
صدر شعبہ عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی الہ آباد
و
کوآرڈینیٹر، مائینارٹیز ٹریننگ سنٹر

پیش نظر کتاب الوسیلہ ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری کا مرتب کیا ہوا اتّر پردیش پبلک سروس کمیشن کا عربی کا نصاب ہے۔ موصوف فی الوقت شعبہ عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی میں گیسٹ لکچرر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ **الوسیلہ** کی تدوین کے ذریعہ انھوں نے مقابلہ جاتی امتحانات میں عربی مضمون لے کر شامل ہونے والے طلباء کی ایک بڑی مشکل حل کردی ہے۔ **جزاہ اللّٰہ خیراً**۔

یہاں ایک امر غور طلب ہے کہ ہندوستان کی جنگ آزادی جن مدعوں پر لڑی گئی ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ سپیریر سول سروسز superior civil services کی ہندوستانی شکل ہو جو ابھی تک برٹش گورنمنٹ کے ہاتھ میں تھی۔ اس سیاسی موومنٹ نے ہندوستان کی برٹش گورنمنٹ کو مجبور کردیا کہ وہ اسی سرزمین پر پبلک سروس کمیشن قائم کرے۔ اس طرح ایک اپریل ۱۹۳۷ء کو اتّر پردیش پبلک سروس کمیشن کا قیام عمل میں آیا اور اس کا ہیڈ کوارٹر الہ آباد قرار پایا۔ اسی وقت سے عربی بحیثیت انتخابی مضمون اس کے نصاب میں شامل ہے۔ اس واقعہ کو آٹھ دہائی گذر چکی

ہے۔اس دوران کئی طلباء نے عربی لے کر اپنی کامیابی بھی درج کرائی مگر اس کا مواد دستیاب ہونے میں از حد دقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔الہ آباد یونیورسٹی میں مائینارٹیز ٹریننگ سنٹر بھی ۱۹۸۵ء سے قائم ہے۔دیر سے ہی سہی مگر اس سنٹر نے اپنی قیادت میں ۲۰۱۶ء سے طلباء کی رہنمائی کی جانب جو قدم بڑھایا ہے، **الوسیلہ** اسی کی ایک کڑی ہے۔انشاءاللہ اس کے مثبت نتائج جلد ہی سامنے آئیں گے۔

ڈاکٹر محمد ضیاءالدین کی اس عظیم قومی خدمت کے لئے ہم انھیں دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ان کے بہتر مستقبل کی دعا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صالحہ رشید
صدر شعبہ عربی و فارسی
کوآرڈینیٹر، مائینارٹیز ٹریننگ سنٹر
الہ آباد یونیورسٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفے چند

تمام تعریفیں اللہ جل شانہ کے لئے ہیں جس نے یہ کائنات بنائی اور اس میں علوم و معارف کے دریا بہائے اور تمام مخلوقات میں نوعِ انسان کو اس سے سیراب ہونے کے لئے منتخب فرمایا۔ اور درود و سلام نبی رحمت پر جو نبی الانبیاء اور معلم المعلمین ہیں اور ان کے آل و اصحاب پر۔

عربی زبان و ادب کا قدیم زمانے سے اظہار مافی الضمیر اور بیان مقصد کے لئے اس طرح استعمال ہوتا رہا ہے کہ اس کے اسلوبِ تعبیر میں ایک امتیازی شان پیدا ہوگئی ہے، چنانچہ ایک طرف اگر عرب شعراء نے شعر گوئی اور قصیدہ خوانی میں ایسے نمونے پیش کئے جو ادب کے شہ پارے بن گئے تو دوسری طرف عرب خطباء اور مقررین کے نثری شہ پارے بھی شعریت سے زیادہ تاثیر رکھتے ہیں۔

پھر آگے چل کر جب قرآن مجید نازل ہوا اور اس کے بعد عربوں کا اختلاط اقوام عجم سے ہوا اور دیگر علوم و فنون سے عربی زبان روشناس ہوئی تو چونکہ اس زبان میں الفاظ و تعبیرات کا ذخیرہ ہے جس میں ہر طرح کے مطالب کی ادائیگی کی بھرپور صلاحیت ہے اسلئے اس میں خوب خوب ترقی ہوئی اور علمی و فنی مضامین کے اعلیٰ نمونے بھی سامنے آنے لگے۔

اور موجودہ زمانے میں چونکہ عرب دنیا نے اقتصادی لحاظ سے بھی کافی اہمیت حاصل کر لی ہے اس اعتبار سے بھی عربی زبان کی اہمیت اور ضرورت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ انہیں سب وجوہات کی بناء پر ہمارے یہاں ہندوستان میں ملکی خدمات کی انجام دہی کے لئے جو افراد تیار کئے جاتے ہیں ان کے لئے ہر زبان کے انتخاب کا بھی اختیار دیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں ایسا نصاب تیار کیا گیا جس سے قدیم و جدید دونوں طرز کے زبان و ادب سے بھرپور روشناسی ہو سکے۔

زیرنظر کتاب ''**الوسیلہ**''اسی کڑی کی ایک اہم علمی پیش کش ہے جو بنیادی طور پر تو یو پی، پی،سی،ایس کے عربی مضمون کا نصاب ہے لیکن حقیقۃً یہ کتاب عربی ادب میں عموماً اہل علم کے لئے اور خصوصاً ان طلباء عزیز کے لئے ایک بڑا تحفہ ہے جنھوں نے عربی کو بطور مضمون کے انتخاب کیا ہے۔

کسی بھی کورس اور امتحان کے لئے اوّلاً سب سے بڑا مسئلہ نصاب کا ہوتا ہے اور ثانیاً نصاب سے متعلق مواد کی فراہمی اور اس کی تفہیم کا۔

اس کتاب میں اس کی کوشش کی گئی ہے کہ عربی مضمون اختیار کرنے والے طالب علم کو نصاب کا مواد یکجا قابل فہم حالت میں حاصل ہو جائے۔اسی لئے عربی متون کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں بھی ''تاریخ ادب عربی'' کی معتبر کتابوں سے اخذ کر کے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے شامل کتاب کر دیا گیا ہے نیز طلباء عزیز کی آسانی کیلئے بطور نمونہ کے پی،سی،ایس عربی کا سوالنامہ بھی درج کر دیا ہے۔اس طرح یہ کتاب پی،سی،ایس کے طلبہ کے علاوہ بی،اے اور ایم،اے کے طالبعلموں اور ان حضرات کے لئے بھی بڑی کار آمد ہوگی جو عربی مضمون سے کسی بھی مقابلہ جاتی امتحان کی تیاری میں مشغول ہیں۔

میں اس علمی کاوش کے لئے ممنون کرم ہوں محترمہ ڈاکٹر صالحہ رشید صاحبہ صدر شعبہ عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی کا کہ یہ انہیں کی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے جو بذاتِ خود علم پرست ہیں اور قوم وملت کے طلبہ عزیز کی ہمہ جہت ترقی کے لئے کوشاں وسرگرداں رہتی ہیں۔

حضرت والد مکرم مفسر قرآن جناب مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دام اقبالہ اور والدہ محترمہ مکرمہ صفیہ خاتون صاحبہا أطال اللہ عمرہا بصحۃ وعافیۃ کا نہ تو شکر ہی ادا کر سکتے ہیں اور نہ ہی امتنان، کیونکہ ثمر شجر کا احسان نہیں ادا کر سکتا ہے سوائے ان کے لئے دعائے خیر کرنے کے، بالفاظ قرآن ''وقل ربِّ ارحمهما

كَمَارَبَّيٰنِی صَغِيْراً ''۔

برادران عزیزانم مولانا الحاج سید محمد عماد الدین مظاہری، مولانا الحاج سید محمد راشد، مولانا سید محمد زید، مولانا سید محمد اشرف سلمہم اللہ تعالیٰ اور عزیزات ہمشیرات کا بیحد مشکور ہوں کہ یہ سب علمی خدمات انہیں کی مخلصانہ دعاؤں، بے پناہ محبتوں اور الفتوں کا نتیجہ ہے۔ **اللهم احفظناهم جميعاً من جميع الشرور و الفتن۔**

اس موقعہ پر اپنے جگر گوشوں کا بھی ذکر کئے بغیر نہیں رہا جا رہا ہے کیونکہ وہی ہمارے مستقبل ہیں اور انہی سے جان وجسم کو فرحت ونشاط حاصل ہوتی ہے، بھانجے سید محمد فوزان، سید محمد حسان، سید محمد عفان، بھتیجے سید محمد عمیر اور سید محمد زہیر، بیٹے سید محمد حُریث اور سید محمد حُشیم، بیٹی فاطمہ مسیرہ۔ اللہ تعالیٰ ان سب جگر گوشوں کو صحیح سلامت رکھیں، آفات ومصائب سے اپنی حفاظت وامان میں رکھیں، ان کو اپنے والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنادیں اور ہم کو متقیوں کا امام۔ **رَبَّنَاهَبْ لنا من ازواجِنا وذريٰتنا قرّة أعُيُنٍ واجعلنا للمتقين اماماً۔**

آخر میں اپنے ان تمام کرمفرماؤں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے کسی بھی طرح سے اس کتاب کی تدوین میں تعاون کیا ہے اور آئندہ کرتے رہیں گے انشاء اللہ العزیز۔ اور بالخصوص رفیقِ حیات کا جن کی رفاقت میرے لئے تعلیمی و تدریسی سرگرمیوں میں ہر طرح ممد ومعاون ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کوشش کو طلبہ کے لئے مفید بنائیں اور یہ نصاب ان کی صلاحیتوں میں ترقی کا ''**وسیلہ**'' بنے جس سے وہ منزل مقصود تک بہ سہولت پہنچ سکیں۔ آمین

محمد ضیاء الدین
گیسٹ لکچرر شعبہ عربی وفارسی الہ آباد یونیورسٹی
محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۸ء

پہلا سوالنامہ

Paper 1

پہلے سوالنامے کیلئے عربی ادب کی کسی بھی تاریخ کی کتاب کا مطالعہ ازحد ضروری ہے مثلاً:

الشعروالشعراء : ابن قتیبہ

تاریخ الأدب العربی : احمد حسن الزیات

تاریخ الأدب العربی : عمر فروخ

تاریخ آداب العرب : مصطفیٰ صادق رافعی

تاریخ ادب عربی : اردو، طفیل احمد مدنی

عربی ادب کی تاریخ : عبدالحلیم الندوی

وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں جو کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔

دوسرا سوالنامہ

Paper 2

الجزء (الف)

الشعر و الشعراء

SECTION (A)
Poets

امر ؤ القيس بن حجر الكندى

حياته:

هو الملک الضليل ذو القرح جندح بن حجر الكندى ، ولد أثيـل الـمنبت كريم الأبوة والأمومة، فأبوه سليل الملوک من كندة، و مـلک بنى أسد، و أمه أخت كليب و مهلهل ابنى ربيعة، فشب فى حـجر النعيم و درح فى مهد العيش والعشرة، إلا أنـه نشأ نشأة الغواة يـعاقر الراح و يغازل النساء و يعشق اللهو و يقول الشعر ، و قعد عما تسموا إليه النفوس الكبيرة فطرده أبوه ، و كان أصغر أولاده .

نشـأ امـرؤ القيس نجدياً و إن كـان يـمـنياً ، فترعرع بين بنى أسـد فـى صـمـيـم العرب الخلّص ، فسم الأشعار و رواها ، و تطلعت نفسه إلـى مسـاجـلة الشعراء.و كان جزل الألفاظ كثير الغريب جيد السبک سريع الخا طر بديع الخيال وقد فتقت الأسفار و الأخطار و الـمخالطة قريحته فا ستنبط المعانى الجديدة ، و ارتسمت فى شعره محدثات عصره فنسبت إليـه لنبوغه و تفوقه و جاهه ، فقالوا: إنه أول من وقف على الأطلال و بكى على الديار و شبّب بالنساء.

قـد نـظـم مـعـلـقتـه هذه وهى الأولى فى المعلقات ،على أثر عنيزة ابنة عمه وهو كان يعشقها و يحبها حباً شديداً.

ذكـــــــر روائـة الـعـر ب أن امـرأ القيس بن حجر بن عمر و الكندى كان يعشق عنـيزة ابنة عمه شرحبيل، و كان لا يحظى بلقائها ووصـالهـا ، فانتظر ظعن الحى، و تخلف عن الرجال ،حتى إذا ظعنت

النساء ، سبقهن إلى الغدير المسمى "دارة جلجل" و استخفى ثم إذ علم أنهن إذا وردن هذا الماء اغتسلن.

فلما وردت العذارى اللواتى كانت عنيزة فيهن ، و نضون ثيابهن و شرعن فى النزول إلى الماء ، ظهر امرؤ القيس و جمع ثيابهن و جلس عليها ، ثم حلف ألا يدفع إليهن ثيابهن إلا بعد أن يخرجن إليه عاريات، فخاصمنه زماناً طويلاً من النهار فأبى إلا إبرار قسمه، فخرجت إليه أو قحهن، فرمى ثيابها اليها ، ثم تتابعن حتى بقيت عنيزة ، و أقسمت عليه، فقال : يا ابنة الكرام ، لا بد لک أن تفعلى مثل ما فعلن ، فخرجت اليه ، فرآها مقبلة و مدبرة، فلما لبسن ثيابهن أخذن فى عذله، و قلن: قد جو عتنا و أخرتنا عن الحى ، فقال لهن : لو عقرت راحلتى لكن أتأكلن ؟ فقلن : نعم، فعقر راحلته و نحرها ، و جمعت الإماء الحطب و جعلن يشوين اللحم إلى أن شبعن، و كانت معه ركوة فيها خمر ، فسقاهن منها.

فلما ارتحل اقتسمن أمتعته فبقى هو، فقال لعنيزة: يا ابنة الكرام، لا بد لک أن تحملنى ، و ألحّت عليها صواحبها أن تحمله على مقدم هودجها فحملته ، فجعل يدخل رأسه فى الهودج ، و يقبلها و يشمها ، و ذكر هذه القصة في أثناء القصيدة.

يقول المؤرخون انه لما فصل با لجنود دخل الطماح الأسدى على قيصر فوشِى به و حمله عليه انتقاماً منه لقتله أباه، فبعث إليه قيصر بحلة و شى مسمومة و قد بلغ أنقرة من بلاد الروم فأصابه ماأصابه . و لما غشيته سكرة الموت قال : رب جفنة مثنجرة ، و طعنة مسحنفرة ، وخطبة محبرة ، تبقى غداً بأنقرة ، ثم مات سنة ٥٦٠ و دفن بجبل عسيب.

امرؤالقیس:

امرؤالقیس، الملک الضلیل، ذوالقرح جندح بن حجر الکندی، ایک معزز خاندان کا نجیب الطرفین شخص تھا، اس کا والد بنواسد کا بادشاہ اور شاہان کندہ کی نسل سے تھا، ماں کلیب ومہلہل کی بہن تھی۔

اس کا بچپن نہایت ناز ونعم میں گزرا، عیش وعشرت کے ماحول میں پرورش پائی، آگے بڑھ کر اس کی عادتیں بگڑ گئیں اور مے نوشی، عشق بازی کھیل کود اور شعر و شاعری میں لگ گیا، آوارگی اور دل لگی کو اپنا شیوہ اور طریقہ بنالیا تھا۔ اس لئے والد نے اس کو گھر سے نکال دیا۔ یہ اپنے والد کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا، گھر سے نکلنے کے بعد اس نے آوارہ اور اوباش قسم کے لوگوں سے رابطہ کرلیا اور ان کے گروہ میں شامل ہوگیا۔ ان اوباش لوگوں کا کام صرف یہ ہوتا تھا کہ یہ باغوں اور تالابوں کی تلاش میں گھومتے پھرتے رہتے تھے اور جہاں پر ان کو یہ ساری چیزیں میسر ہوجاتیں وہاں خیمہ نصب کردیتے، لہوولعب میں مشغول ہوجاتے، شراب نوشی کا دور چلاتے، شکار کرتے اور جب تالاب خشک ہوجاتا، ہریالی ختم ہوجاتی تو دوسرے علاقہ کا رخ کرلیتے۔ ایسے ہی حالات سے گذرتے ہوئے وہ یمن کے ایک علاقہ ''دمون'' میں جا پہنچا جہاں پر اسے اپنے والد کے مرنے کی اطلاع ملی۔ اس کے والد کو بنواسد نے اس کے ظالمانہ رویہ کی بناء پر قتل کرڈالا تھا۔ اپنے والد کی موت کی خبر سن کر اس نے قسم کھائی کہ جب تک اپنے باپ کے عوض بنواسد کے ایکسو آدمیوں کو قتل نہ کرلوں اور سو آدمیوں کے سر مونڈ کر ان کو ذلیل وخوار نہ کرلوں اس وقت نہ گوشت کھاؤں گا نہ شراب پیوں گا، نہ سر میں تیل لگاؤں گا۔

اگلے روز اس نے اپنے منصوبہ کی تکمیل کے لئے اپنے ننھیالی خاندان بکر و

تغلب سے مدد مانگی اور بنی اسد کی طرف نکل کھڑا ہوا، اوران پر حملہ کر دیا۔اس پر بنو اسد نے اس سے درخواست کی کہ وہ اپنے باپ کے عوض ان میں سے سو معزز آدمی بطور فدیہ قبول کر لے،لیکن وہ نہ مانا اور جنگ پر مصر رہا۔اس کی اس ضد کی وجہ سے بنو تغلب نے اس کی مدد سے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔

دوسری طرف یہ ہوا کہ منذر بن ماء السماء نے اپنی دیرینہ عداوت کی وجہ سے امرؤالقیس کا تعاقب کیا۔امرؤالقیس کے لوگ منذر کے ڈر سے بھاگ کھڑے ہوئے اور وہ بے یار و مددگار عرب کے مختلف قبائل میں مدد مانگنے کے لئے پھرنے لگا، لیکن اس کو کہیں سے بھی مدد نہ مل سکی اور نہ ہی پناہ ملی۔آخر میں جا کر امرؤالقیس نے سموءل بن عادیا کی پناہ لی اور اس کے پاس اپنی زرہیں امانت رکھوائیں اور اس سے شمر غسانی کے نام سفارشی خط لکھوا کر قیصر کے دربار میں پہنچا۔جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے نہایت گرم جوشی اور احترام سے امرؤالقیس کو خوش آمدید کہا۔قیصر کو یہ خیال تھا کہ امرؤالقیس کو اپنا خاص بنالے اور اس کے بعد عربوں میں وہ اپنی قوت بڑھا کر ایرانی حکومت کا زور توڑ سکے چنانچہ ایک لشکر کو امرؤالقیس کے ساتھ روانہ کیا لیکن بعد میں خیال بدل جانے کی وجہ سے قیصر نے لشکر کو واپس بلالیا۔

اسی درمیان امرؤالقیس کی صحت خراب ہونے لگی وہ کسی جِلدی بیماری میں مبتلا ہو گیا،اس کے بدن میں زخم پڑ گئے۔مؤرخین کا خیال ہے کہ جب امرؤالقیس لشکر لے کر چلا گیا تو طماح اسدی نے قیصر سے امرؤالقیس کے خلاف شکایات کیں جس کے نتیجہ میں قیصر نے امرؤالقیس کو ایک زہر آلود کار چوبی جوڑا بھیجا جس کے پہننے کے بعد اس کی ایسی حالت ہوگئی تھی۔

بستر مرگ پر امرؤالقیس کی زبان پر یہ کلمات تھے:'' کتنے لبریز پیالے، نیزوں کے تیز طعنے اور فصیح و بلیغ خطبے کل انقرہ میں رہ جائیں گے'' اسکے بعد اس کا

انتقال ہوگیااورتقریباً ۵۶۰ء میں جبل عسیب میں دفن ہوا۔

امرؤالقیس کوشاعری سے بڑا شغف تھااور وہ بچپن ہی سے شعر کہنے لگا تھا، طبیعت کا بڑا ہی تیز اور ذہین تھا۔اس کی شاعری میں الفاظ کی شوکت ،مشکل الفاظ کی کثرت،شعروں کی عمدہ بندش،ندرت خیال موجود ہے،خطرات سے مقابلہ اورمختلف معاشروں میں رہن سہن نے اسکے دل و دماغ کوکھول دیا تھا، چنانچہ وہ نئے نئے مضامین، نئے نئے معانی،انوکھےاور نئے اسالیب اختیار کرتا۔

یہ سب سے پہلا شاعر ہے جس نے محبوب کے کھنڈرات پر کھڑے ہونے اورروںنے کی رسم ایجادکی،شاعری میں عورتوں سے محبت کا ذکر کیااورانہیں نیل گایوں اور ہرنیوں سے تشبیہ دی۔اس کی شاعری میں اس کی پوری زندگی اوراس کے اخلاق وعادات کھلےطور پرنظرآتے ہیں،امرؤالقیس متفقہ طور پرتمام جاہلی شعراء میں صف اول کا شاعراوران کا قائدتھا۔اس کی شاعری کا بہترین حصہ معلقہ ہے جواس نے اپنی چچازادبہن ''عنیزہ'' کے مشہورواقعہ پرکہی تھی۔

معلقته

قِفا نَبْكِ من ذكرى حبيبٍ و منزل
بِسقُط اللّوَى بين الدّخـول فحَوْمَل
فَتُوْضِحَ فالمِقْراةِ لم يعفُ رسُـــمُها
لِمَا نسجَتْها من جنوب و شــمُــأل
ترى بعر الأرْآمِ فى عر صَا تِـــــها
و قيْعَانها كأنّه حب فـــــلُــفُــل
كأنّى غداةَ البَيْنِ يومَ تـــحـــمّـَلـوا
لَدَى سَمُرات الحيّ ناقفُ حـنْـظـل
وَقُوفاً بها صحْبى عـلـــى مطيَّهـم
يقولون لا تَهْلِكْ أسىً وتــجَـمَّـل
و انَّ شفائى عَبْرةٌ مـــهُـــراقَـــةٌ
فهل عند رَسْمٍ دارِسٍ منْ مُـــعَـوَّلِ
كَدَأْبك من أمّ الحُوِيْرِث قـبْـلَهَا
و جا رَتِها أمّ الرَّباب بـــمـــأْسَـل
اذا قامتا تضوَّع المسْكُ مـنـهمـا
نسِيْمَ الصَّبا جاء تْ بِرَيَّا القَرَنْـفـُل
ففاضَت دُمُوعُ العين منّى صـبـابَة
عَلىَ النَّحْر حتى بلَّ دَمْعَى مِحْمَـلى
ألا رُبَّ يوم لك مـنهُنَّ صـالـح

و لا سيَّـــمـــا يومٌ بدارةِ جُلْجُلِ

و يوم عَقَرْتُ لِلْـــعـــذَارَى مطيَّتى

فيا عَجباً من كُوْ رِها المُتَـــحَمَّل

فظلَّ العذارَى يَرْتَمِيْنَ بِـــلحُمِها

وشحْمٍ كَهُدّاب الدِّمَقْسِ الـمُفَتَّل

و يومَ دخلتُ الخِدْر خدر عُـنَـيْزَة

فقالت لكَ الوَيْلاتُ انک مُرْجِلِى

تقول و قد مـــال الـغبيطُ بنا معاً

عقَرت بعِيْرى يا امْرأ القَيْس فَانْزل

فقلت لها سيرى و أر خِـــىْ زِمامَه

ولا تُبْعدينى منْ جناكِ الـــمُعَلّل

فَمثلک حُبْلَى قد طرقْتُ ومرضِعٍ

فأَلْهيْتُها عن ذى تمَائِمَ مُحْـــوِل

اذا ما بَكَى من خلْفِها انْصرفـت له

بشَقٍّ و تحتى شِقُّهالم يُـحـــوَّل

و يو ماً على ظهر الكثيْب تعـذَّرت

علىَّ و آلت حلْفةً لم تـحـــلَّل

أفا طم مهلا بـعـضَ هذا الّتدلُّل

وان كُنت قدأزمعْت صرمى فأجْمِلِى

أغرَّک منى أنَّ حبّـــک قاتلى

و أنکِ مهما تأمُرى القلب يفعلِ

وان تكُ قد ساء تُكِ منى خليقة
فسُلى ثيابى منُ ثـــيـــابک تَنُسُل
وما ذَرفتُ عيناک الا لِتَـــضربى
بِسَهمکِ فى أعشار قلب مـقتّلِ
و بيضةِ خِدُرلا يُرام خِـــبـــاؤها
تمتَّعتُ من لهوٍ بها غيرَ مُعُـــجل
تجـاوزتُ أحواساً اليها و معشراً
علىّ حـــراصاً لوُ يُسِّرون مقتلى
اذا ما الثُّريّا فـى السماء تعرَّضت
تعرّضُ أثناء الوشـــاح المفصّل
فجِئتُ و قد نضّت لـنـوم ثيابَهـا
لدى السّتُر إلا لِبُسةَالمُـــتَفضَّل
فقالت يمينَ اللّهِ مالک حـــيـلةٌ
وماإن أرى عـنک الغوايَةَ تَنُجَلِى
خرجتُ بها أمـــشى تجُرُّ وراءَ نا
على أثَرَيُنا ذَيل مِـــــرُ طٍ مُرَحَّل
فلما أجرنا ساحة الحىِّ و انـتحى
بنا بطنُ خبتٍ ذى حِقَافٍ عـقَنُقَل
هصَرُتُ بِفَوُدى رأسِها فـتمايلت
علىّ هضيمَ الكشُحِ ريّاالمُخَلُخَل
مُهَفُهَفَةٌ بـيـــــضاء غيرُ مفا ضةٍ

ترائِبُها مصْقولةٌ كـــا السَّجَنْجَل
كَبِكْرِ المقاناةالبياضِ بـــصُفرةٍ
غذاها نميرُ الماء غيرُ المُـــحَلّل
تصُدُّ و تُبْدى عن أسيلٍ وتـــتَّقى
بناظرةٍ من وَحْش و جُرةَ مُـــطْفِل
و جيدٍ كجيدالرِّئم ليس بفاحـشٍ
اذا هىَ نصَّتُه ولا بِـــمُـــعَطّل
و فرع يَزيُن المتْن أسود فاحـــمٍ
أثيْث كقنْوِ النَّخْلة المُـــتَـــعَثْكِل
غدائِرُهُ مُسْتَشْزراتٌ الى الـــعُلا
تضلُّ العقاصُ فى مثنىَّ و مـر سل
وكشحٍ لطيفٍ كا لجَديْل مخصَّر
و ســا قٍ كأُنْبُوبِ السقيِّ المذلّل
وتُضحِى فتيْتُ المسْكِ فوقَ فراشها
نؤُوْمُ الضُّحى لم تنْطِقْ عن تفضُّلِ
و تعطُوبِرَخص غـــير شَثْنِ كأنّه
أساريع ظَبيٍ أومساويكُ اسحِلِ
تُضِى ءُ الظلامَ بالـــعشاءِ كأنّها
منارة ممْسى راهب مُـــتَـــبَتّل
الى مِثْلها يَرنُو الحليم صـــبابةً
اذا ماسبَكرّت بين دِرْع ومِجْوَل

تسلّت عماياتُ الرِّ جال عن الصّبا
وليس فُؤادى عن هواكِ بِمُنْسل
ألاّ رُبّ خصيمٍ فيكِ ألْوى ردْدْتُه
نَصيْحٍ على تَعذالِه غـيـــرِ مُؤ تَل
وليل كموجِ البَحْر أرْخى سُدُوْلَه
علـــىَّ بأنْـــواع الهمُوْم لِيَبْتَلى
فقلتُ له لما تـمـــــطّى بصُلْبه
و أرْدَف أعجازاً و نـــا ء بِكَلْكَـل
ألا أيُّها الليل الطويل ألا انـــجلِى
بِصُبْحٍ وماالإ صْباحُ منک بأمثـل
فَيَا لکَ من لـيـــلٍ كأنَّ نُجومَـه
بأمْراس كتّان إلـــى صُمّ جَنْـدَل
و قِرْبَةٍ أقوام جـــعـلْتُ عصَامَـها
على كَاهلٍ منّى ذَلُـــولٍ مرحَّـل
ووادٍ كَجَوْف العيْر قـفـرٍ قطعْتُـه
به الذِّئبُ يعوى كالخليْع المُـعَيَّل
فلقت له لمّا عـوى انَّ شـــأنـــنا
قليلٌ الغِنـــى انْ كـنـــتَ لمّاتَمَوَّل
كِلاناإذا مـــــا نـــا ل شَيْئاً أفا تَهُ
ومنْ يَحْتَرِثْ حرْثى وحر ثَـــکَ يَهْزِل
وقد أغتدى و الطيرُ فى وُكُـــناتها

بِـــمُنجرِدٍ قيدِ الأَ وابدِ هَيْكَـــل
مـــكـــرّ مِـــفرّ مُقْبلٍ مُدْبرٍ مـــعاً
كَجلُلْمُوْدصخرٍ حطّه السيلُ من عـــلِ
كُمَيْتٍ يَزِلُّ اللّبْدُ عن حال مـــتْنِه
كما زَلَّتِ الصَّـــفْواءُ بالمُتَـــنَزَّل
على الذَّبُل جيّاشٍ كأنَّ اهتزامَـــه
اذا جاش فيهِ حـمْيُه غلْيُ مرْجَـــلِ
مِسَحٍّ اذاماالسابِحاتُ على الوَنَـــى
أَثَرْنَ الـــغُبارَ بالكديُدالـــمركّل
يُزِلُّ الـغلامَ الخِفَّ عن صهَواتِـــه
و يُلْوِى بأثوابِ العنيفِ المـــثـقّل
درير كخُذْروفٍ الـــوليدِ أمـــرَّه
تتابُعُ كفَّيْه بخيطٍ مُـــــوصّـــلِ
له أيْطلا ظبيٍ و ساقا نـــعـــامـــةٍ
و إرخاءُ سِرْحانٍ و تقْرِيْبُ تَـــتْـفُل
ضَلِيْع اذا استدْبَرَتْه سدّ فـــرْجـهُ
بضافٍ فُوَيْقَ الأرضِ ليس بأعْـــزَل
كأنَّ على المتْنيْنِ منه اذاانْـــتَحى
مداكَ عَروسٍ أوْصلايَةَحـــنْظَل
كأنَّ دِماءَ الـــهاديات بنَـــحْره
عُصارةُ حنّاءٍ بِـــشَيْبٍ مُـــرَجَّـل

فعنَّ لنا ســـــرُبٌ كـــــأنَّ نعاجَـه
عـــــذارى دوارٍ فـــى مُلاءٍ مُذَيَّـل
فأدْبَرْنَ كـــــالجزعِ الـمُفصَّل بينَه
بِـجِيْدٍ معَمّ فى العـــــشيرةِ مُخْوَل
فألْحَـــــقْنا بالهاديـــــات ودُوْنَه
جواحرُها فـــــى صرّةٍ لم تُـــــزَيَّل
فعادَى عداء بـــين ثوْر و نـــــعجةٍ
دراكاً و لم ينْضَـحْ بماءٍ فيُـــــغْسلِ
فظلَّ طُهاةُاللحْمِ من بينِ مُنْضِـــــجٍ
صفيفَ شِـــواءٍ أوْ قدير مُـــــعَجّل
و رحْنا يكادالطرفُ يقْـــــصُرُ دُوْنَه
متى ما تر قَّ الـــعينُ فيه تـــــسَفَّل
فباتَ عليه سرْجُـــــه و لِجامـــــه
و بات بِعَيْنى قا ئماً غـيرَ مُرْسَـــــل
أصاحِ ترى برْقاً أريک و مـــيضَه
كلمْع اليدين فى حـــبِيّ مُكـــلّل
يضيىءُ سناهُ أَوْ مصابيـــح راهـــبٍ
أمال السّليطَ با لذُّبال المُـــفتّـــل
قعدْتُ له و صُحْبَتى بين ضـــــارجٍ
و بين العُذَيْبِ بـــعـد ما مُتَأمَّلـــــى
على قَطَنٍ با لشَّيْم أيْمـــن صوبِـــه

و أيْسَره على السِّتار فيَـــذْبُـــل
فأضحَى يسُحُّ الماءَ حَوْلَ كُتَيْفَـــةٍ
يَكُبُّ علىالأذقـان دَوْحَ الكَنَهْـــبَل
و مر على القَـــنـــانِ من نَفَيَـــانه
فأَنـــزلَ منـه العُصْـمَ منْ كلِّ مَنْزل
وتَيـــــماءَ لم يتْرُك بهاجِذْ ع نخلةٍ
و لا أُطُماً إلا مَـــــشِيْدا ًبِجَـــنْدل
كأنَّ ثـــبيْراً فى عرانـــينِ و بُلِهِ
كـــبير أناسٍ فى بـــجـــادٍ مـزمَّلِ
كأنَّ ذُرى رأس الـــمُجَيْمِر غُدْوةً
من السّـيل و الـــغُثّاءِ فلْكَةُ مغْزَل
وألقـــى بصـــحراء الغبيط بعاعَه
نُزُولاليمانىذى العياب المـــحمّل
كأنَّ مكـــاكِيَّ الجواءِ غُـــدَيَّةً
صُبِحْنَ سُلافاً منْ رَحـيـقٍ مُفَـلْفَل
كأنَّ السباع فيه غَرْقى عـــشـــيّةً
بأرجائِهِ القُصْوَى أنابيشُ عُنـــصُلِ

زهير بن أبى سلمى المزنى

حياته

زهير بن أبى سلمى من قبيلة "مُزينة"، كان مشهوراً برزانته و حبه للسلام، و لد ٥٣٠ ميلادى و توفى قبل الهجرةبإحدى عشرة سنة و قد أسلم ولداه كعب بن زهير و بجير بن زهير .

زهير بن أبى سلمى كان رجلاً مقعداً عقيماً حكيماً قد اشتهر بسداد الرأى وجودة الشعر ووفرة المال فاغترف من شعره و تأثر بعلمه و حكمه و ظهر ذلک جلياً فيما رصع به شعره من درر الحكمة .

قال سيد نا عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه لبعض أولاده : أنشدنى بعض مدائح زهير فى أبيک ، فأنشده ، فقال عمر : إنه كان ليحسن فيكم القول ، فقال : والله و نحن كنا نحسن له العطاء ، فقال عمر : قد ذهب ما أعطيتموه و بقى ما أعطاكم.

قد نظم معلقته هذه، و هى الثالثة فى المعلقات على أثر الحرب التى دارت رحاها بين عبس و فزارة بسبب سباق داحس فرس قيس بن زهير سيد بنى عبس والغبراء حجرة حمل بن بدر سيد بني فزارة من غطفان .

و ذلک أن زهير و حملاً تراهنا على مئة بعير ، يدفعها من يخسر السباق إلى من يربحه ، ولما كان اليوم المعين بعث حمل بن

بـدر مـن يـكـمن لداحس و يردّه عن غايته إذا جـاء سـابقاً ، ثم أرسل الـفرسان فبرز داحس عن الغبراء حتى شارف الغاية ود نا من المكين ، فوثبوا عليه وردّوه فسبقت الغبراء.

و بعث و حمل ابنه ملكاً إلى قيس يطلب منه حقّ السبق فأبى قيـس دفـعه و قتل مالكاً ، فكان ذلـك باعثاً على الحرب. وقد طالت هـذه الـحـرب و كثر فيها القتلى حتى أصلح بين المتحاربين هرم بن سـنـان و الـحـرث بـن عـوف،و دفعا الديات من مالهما ، وقيل : إنها بـلـغـت ثـلاثة آلاف بـعيـر ، فنظم زهير معلقته يمدح بها المصلحين لـحـقنها الدماء، و يحذر الفريقين من شر الخيانة و إضمار الحرب ، وقـد توسع في و صف الحرب و نتائجها المشؤومة، ثم ختم المعلقة بحكمه التى استحق بها لقب الشاعر الحكيم.

زُہیر بن ابی سلمی:

زُہیر بن سلمی دور جاہلی کے تین بڑے شاعروں میں سے ایک ہے، جن کو طبقہ اول میں شمار کیا جاتا ہے۔اس کا پورا نام زہیر بن سُلمی ربیعہ بن رباح المزنی ہے، زہیر قبیلہ مزینہ سے تعلق رکھتا تھا جو قبیلہ مضر کی ایک شاخ تھی، زہیر اور اس کے ماں باپ اور خاندان کے لوگ نجد میں رہا کرتے تھے۔

زہیر بن سلمی کی پرورش ایسے خاندان اور گھر میں ہوئی جس کے تمام افراد شاعر تھے، اس کا باپ، اس کا خالو، اس کی دونوں بہنیں سلمی اور خنساء اور خود زہیر کے دونوں بیٹے کعب اور بجیر یہ سب شاعر تھے۔زہیر کے باپ کا خالو بشامہ بن الغدیر اپنے زمانہ کا سب سے بڑا شاعر، فلسفی، اصابت رائے کا مالک اور صاحب دولت و ثروت شخص تھا۔قبیلہ غطفان میں اس کی ذہانت اور سمجھ بوجھ نیز دوراندیشی کا ایسا شہرہ تھا کہ لوگ اپنے معاملات میں مشورہ لینے اس کے پاس آتے تھے، اس کی عزت اور قدر و منزلت اس قدر تھی کہ مال غنیمت میں سب سے پہلے اس کا حصہ نکال کر رکھ دیتے تھے، زہیر ایک زمانہ تک اسی کے صحبت میں رہا۔

زہیر اس کی شاعری اور اس کی طرز فکر سے بہت متاثر تھا چنانچہ زہیر نے اپنی شاعری میں اس کی خوشہ چینی کی، بشامہ کے علاوہ زہیر نے اپنے سوتیلے باپ اوس بن حجر سے بھی جو اپنے زمانہ میں مضر کا شاعر تھا استفادہ کیا۔

زہیر بن سلمی نے سب سے پہلے عرب میں صلح وامن وآشتی کا پیغام دیا، عبس وذبیان کے قبیلے، داحس وغبراء کی جنگ میں لڑ کر مرے جارے ہے تھے اور چالیس سال تک کشت وخون ہونے کے بعد بھی اس کی ہولناکی کا سلسلہ ختم ہوتا نہیں دکھائی دیتا تھا، اس وقت قبیلہ ذبیان کے دو سرداروں ہرم بن سنان اور الحارث بن عوف کے دل میں رحم آیا اور انھوں نے کوشش کر کے ان دونوں کے بیچ آپس میں صلح کرادی۔

اور مقتولین کے خون بہا کے طور پر اپنے پاس سے تین ہزار اونٹ دیئے، اس طرح اس لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ زہیر بن سلمی جو فطرۃً بہت نیک اور اخلاق فاضلہ کا مالک تھا اس واقعہ کا اس کے دل پر بڑا اثر ہوا اور اس نے ان دونوں سرداروں کی شان میں ایک شاندار قصیدہ کہا جس میں ان کی خوب تعریف کی، اور جنگ و جدال کی ہولنا کیوں سے ان کو ڈرایا، صلح وصفائی سے رہنے کی ترغیب اتنے حسین انداز میں دی کہ وہ دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے، اس کے اس مدحیہ قصیدہ میں وہ معلقہ ہے جس میں ۵۹ اشعار ہیں، اس کا موضوع ہرم بن سنان اور حارث بن عوف کے صلح وصفائی اور قربانی کے کارناموں کی تعریف ہے۔

پہلے شعر سے لے کر پندرہویں شعر تک اپنی بیوی ام اوفی سے جاہلی دور کے طریقے کے مطابق اظہار عشق ہے۔ ام اوفی سے کسی بات پر خفا ہو کر زہیر نے اسے طلاق دے دی تھی لیکن جب غصہ فرو ہوا تو پھر اسے اپنے گھر بلانے کی کوشش کی، لیکن اس نے آنے سے انکار کر دیا، اس کا اثر زہیر کے دل پر بہت ہوا اور وہ اس کو اور اس کے شہر کو یاد کر کے رو دیا۔

و دارٌ لها بالرقمتين كأنها مراجيع وشم فی نواشر مِعصم

یعنی ام اوفی کے مکانوں میں سے ایک مکان وہ بھی ہے جو دو سنگلاخ زمینوں کے درمیان واقع ہے اور جس کے نشانات ہوا اور پانی سے دھل کر اس طرح نکھر گئے ہیں جیسے کہ کسی عورت کی کلائی کی رگوں پر گدنوں کو دوبارہ گود کر نکھار دیا گیا ہو۔

زہیر متفقہ طور پر جاہلی شعراء کے طبقہ اول میں شمار کیا جاتا ہے، بعض علماء نے اسے اپنے دونوں ہم طبقہ شاعروں یعنی امرؤالقیس اور نابغہ ذبیانی پر بھی فوقیت دی ہے اور اس کے دلائل میں زہیر کے کلام میں کچھ خصوصیات کا ذکر کیا ہے، مثلاً زہیر کا کلام فضول اور بیکار باتوں سے پاک وصاف ہے، اور حسن ایجاز کا مرقع ہے، وہ اس خوبصورتی سے شعر کہتا ہے کہ تھوڑے الفاظ میں بہت سے معانی اور مطالب پیدا کر دیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احنف بن قیس سے پوچھا کہ شاعروں میں سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ زہیر۔ معاویہ نے کہا: وہ کیسے؟ تو بولے کہ اس نے مدح میں سے فضول اور بیکار باتوں کو نکال دیا ہے۔ معاویہ نے کہا مثال کے طور پر؟ تو احنف نے یہ شعر بطور مثال کے پیش کیا ؎

مهما یک من خیر أتوه فانما توارثه آباآبائهم قبل

دوسرے یہ کہ اس کے مدحیہ قصائد بہت معیاری اور جھوٹ سے پاک ہوتے ہیں چنانچہ جب زہیر کسی کی تعریف کرتا ہے تو اس کے سچی اور حقیقی صفتوں کو بیان کرتا ہے، جھوٹے اوصاف اور جھوٹے اخلاق کی تعریف نہیں کرتا ہے۔

تیسرے یہ کہ تعقید لفظی اور معنوی سے حتی الامکان پرہیز کرتا ہے، کلام میں ناموس اور بھونڈے الفاظ نہیں استعمال کرتا ہے، معانی ومطالب کو بیان کرنے سے پہلے ان پر غور کرتا ہے اور ان کے لئے مناسب الفاظ کا استعمال کرتا ہے۔

چوتھے یہ کہ اس کے کلام میں گندے اور معیار سے گرے ہوئے الفاظ بہت کم ملتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے کلام میں عفت اور تقدس کی شان پیدا ہوگئی ہے۔

زہیر کے کلام میں حکمت وفلسفہ اور ضرب الامثال کی اتنی کثرت ہے جو کسی جاہلی شاعر کے کلام میں نہیں ملتی ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عربی شاعری میں ضرب الامثال اور حکمت وفلسفہ کی آمیزش کی داغ بیل اسی نے ڈالی ہے۔

زہیر نے ایک سو سال سے بھی زیادہ عمر پائی ہے، اس کی دلیل میں اس کا یہ شعر نقل کیا جاتا ہے ؎

بدا لی انی عشت تسعین حجة تباعاً و عشراً عشتها و ثمانیا

اس شعر سے زہیر کی عمر ایک سو آٹھ سال بنتی ہے، ہجرت نبوی سے گیارہ سال پہلے انتقال ہوا، اس کے دونوں لڑکے کعب اور بجیر نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

معلقته

أمـن أمِّ أوفى دِمنة لم تـــكـلم
بِحَومانة الدُّرَّا ج فا الـــــمتثلّم
و دارٌ لها بالرقمـــــــتين كأنها
مراجيع وشم فى نواشر مِعصم
بها العين والأرُآم يمشين خلفة
وأطلاؤهاينهَضُن مـن كل مجْثَم
وقفت بهامن بعد عشرين حِجّة
فلأياً عرفت الـــــدار بعد توَهُّم
أثافِيَّ سُفـــعاً فى معرّس مِرْجَل
ونُؤْياً كـجِذْم الحوض لم يتثلَّم
فلما عرفـــت الدار قلت لربعها
ألا أنعم صباحاً أيها الربع واسْلَم
تبَصَّرْ خليلى ها ترى من ظعائِن
تحمَّلْن با لعَلْيا من فو ق جُرْثُـم
جعلنَ القنان عن يمين و حزنـــة
و كم بالقنان من مُحِلّ و مُحرِم
علوْنَ بِأنماط عـــتاق وكِـــلَّـــة
ورَاد حواشيها مشاكـــهـــة الدم
وورَّكْن فى السُّوبَان يـعلون متْنة

عليهن دلُّ الناعم المـــتـــنعِّـــم
بكرن بكوراً واستحَرْنَ بِسُحْرَة
فهُنَّ ووادی الرَّسِّ کالیدللُـــفم
و فیهن ملُهیً للَّطیف و مَـــنـــظر
أنـــیـــــق لعین الناظر المتوسِّم
کأنّ فـتـات العِهن فی کل منزل
نزلن به حب الفنالـم یُـــحَـــطِّم
فلما وردن الماءَ زُرْقاً جِـــمـــامُه
وضعن عِصی الحاضر المـتَخیّم
ظهرن من السُّوبان ثم جـــزعْنه
علی کل قَینی قـشیب ومـفـأَم
فأقْسَمتُ بالبیت الذی طاف حوله
رجال بَنَوْه من قـریـش و جُرْهُم
یمـــــیناً لَنِعم السیّدان وُجِدُ تما
علی کل حـال منْ سَحِیُل ومُبْزَم
تدار کُتُما عَـبـْساً وذُبیانَ بعد ما
تفا نَوُا ودَقُّوا بـیـنهم عِطْر مَنْشِمِ[1]

[1] منشم کا عطر۔ یہ ایک عربی کہاوت ہے جو منحوسیت کے موقع پر بولی جاتی ہے، اس روایت کے رائج ہونے کے بارے میں دو روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔(۱) ایک یہ ہے کہ منشم ایک عورت کا نام ہے جو عطر بیچنے کا کام کرتی تھی، اس سے کچھ لوگوں نے عطر خرید کر اس میں ہاتھ ڈال کر یہ عہد کیا کہ یا تو دشمن کو زیر کر دیں گے یا لڑتے لڑتے مر جائیں گے۔ چنانچہ یہ لوگ دشمن سے نبرد آزما ہوئے اور لڑائی میں سب مارے گئے اس لئے یہ عطر ''منحوسیت'' میں ضرب المثل بن گیا۔(۲) دوسری روایت یہ ہے کہ منشم ایک عطر فروش تھا جس سے مُردوں پر خوشبو لگانے کے لئے لوگ ایک خاص قسم کا مصالحہ خریدا کرتے تھے اور یہ نحوست میں ضرب المثل بن گیا۔ (عربی ادب کی تاریخ، عبدالحلیم ندوی)

وقد قُلْتُماان نُدْرِكِ السَّلَمَ واسعاً
بمال ومـعـروف منَ القول نَسْلَم
فأصْـــبَتُما منها على خير مَوْ طِن
بـعـــيدَيْن فيها من عُقُوْق ومأ ثَم
عظيمين فـــــى عُلْيا مَعَدّ هُدِيْتُما
ومن يستَبِح كنزاًمن المَجد يعْظُم
تُعَفَّى الكُلُومُ بالمِئِـــينَ فأصبحتُ
يُنَجّمها مَنْ ليس فـيـــها بمُجرِم
يُنَجّمها قوم لـــقـــــوم غرامة
و لم يُهْريْقُوا بـــينهم ملْءَ مِحْجَم
فأصبح يجرى فـــيهم من تلادكم
مغانم شـــتّـــى من افال مـــــزنَّم
ألا أبلغ الأخـــــلاف عنّى رسالةً
و ذُبيان هلْ أقـــسَمْتُم كلّ مُقسَم
فلا تكتُمُنّ الله ما فـــــى نفو سكم
لِيخفى و مهما يُكْـــــتَم الله يعلم
يؤخَّرْفَيُو ضعْ فى كتاب فـــيُـدّخر
لِيَوم الحساب أوْ يُـــعَـــجَّل فيُنْـقم
و ما الحر ب الا ما عَلِمْـتم و ذُقْتُم
و ما هو عَنْها بالحديـــث المُرَجَّم
مَتى تعبُثوها تبعثوها ذمـــيـــــمة

و تضُرَ اذا ضرّيْتُمُوها فَـــتَـضْرَم
فَتَعْرُكُكُم عرْک الرَّحى بِثِـفالِها
و تلقَحُ كِشافاً ثمَّ تُـنْـــــتَجُ فَتُتْئِم
فتُنْتِجُ لكم غِلمانَ أشـــأَم كـــلُّهم
كَأَحمرِ عاد ثم تُرْضِعُ فَـتَـــفْطِم
فتُغْلِل لكم مالا تُغِل لأهُـلِـــــها
قُرى بالْعراق منْ قَـفـيـزُ و درهم
لَعَمْرى لَنِعْم الـحـــيُّ جرَّ عليهم
بما لا يوَّا تِيْهم حُصَيْن بن ضَمْضَم
و كـان طَوَى كَشْحاً على مُستكِنَّة
فلا هـــو أبـــــداها و لَـمْ يَتَقَدَّم
و قال سأَقـــضِى حمجتى ثم أتّقى
عدوّى بألف من ورائى مُلْـــــحَم
فشدَّ فلم يُفزِعْ بـــيـــــوتاً كثيرة
لدى حيث ألقَتْ رَحْـلَها أمُّ قَشْعَم
لدى أسد شاكِى الســلاح مقذَّف
له لِبَدٌ أظـــفـــــارُهُ لم تُقَلَّم
جرىءِ متى يُظْلَمُ يعَاقِبُ بِـــظُلْمِه
سرِيعاً و الايُبْدَ با لظُّـــــلم يَظْلِم
رَعَوا ظِمأهم حتى اذا تـــمَّ أوْرَدُوا
غماراً تفرَّى با لسلاح و با لـــدَّم
فقَضَّوا منايا بينهم ثم أصْـــدَروا
الى كَلأ مُسْـــــــتَوْبَل متوخِّم

لعمركَ ما جرّت عليـهم رِماحُهُم
دَمَ ابْنِ نَهِيْک أوْ قَتيْل المُـــثلَّم
و لا شاركتُ فيالموْت فيدَمِ نوْفَل
و لا وهَبِ منها و لا ابنِ المـــخَزَّم
فكلاً أراهمُ أصبَحوا يَـــعـــُقِلُونَه
صَحِيْحات مال طالعَات بِمَـــخرِم
لِحيّ حلالٍ يَعْصِم الناسَ أمـــرُهم
اذا طرقَتْ احدَى اللَّيالِى بمُعْـــظَم
كرامٍ فلا ذُو الضَّعْنِ يُـــدْرِكُ تَبْلَه
و لا الجارم الجانى عليهم بِـمُسْلَم
سَئِمْتُ تكاليفَ الحياة و من يَعِـش
ثمانينَ حَوْلاً لا أبا لکَ يَـــسْأَم
و أعْـــلمُ ما فى اليومِ والأمْسِ قبله
و لكنَّنى عـــن علْم ما فى غدٍ عَم
رأيتُالمنايا خَبْطَ عشْواءَ من تُصِبْ
تُمِتْه و مـن تُخْطِئ يُعَمَّرْ فَيَـــهْرَم
و مـــن لمْ يُصانِعْ فى أمور كثيرَة
يُضَرَّسْ بِأنْـــياب و يُوْطَأ بِمَنْسِم
و من يجعلِالمعروفَ مِنْدونِ عرْضِه
يَفِرْه و مَنْ لا يتّقِ الشَّـتْـــمَ يُشْتَم
و منْ يَکُ ذاَ فَضْلٍ فَيَبْخلْ بِـفَضْلِه
على قومه يُسْتَغْنَ عنه و يُذْ مَـــم
و منْ يُوْفِ لا يُذْ مَمْ و مَنْ يُهدَ قلبُه

الى مُطْمَئِنَّ البرِّ لا يَتَـــــجَمْجَم

و منْ هَابَ أسبابَ الـــمـــنايا يَنَلْنَهُ

و انْ يَرْقَ أسبابَ السَّمـــاء بسُلَّم

و مَنْ يَجْعَلِ المعروفِ فى غـير أهلِه

يَكُنْ حمْدُه ذَماً عـــلـــيه و يَنْدم

و من يعْصِ أطْرافَ الزُّجـــاجِ فانَّـه

يُطيْعُ العوالى رُكِّبَـتْ كـــلَّ لَهْذَم

و منْ لمْ يذُدْ عنْ حوْضِـــه بِسلاحه

يُهَدَّ مْ و من لا يَـــظْـلِمْ الناسَ يُظْلَم

و من يَغْتَرِبْ يَحْسِبْ عـدوّاً صدِيْقَه

ومَنْ لم يكرِّم نَـــفـــسَـــه لم يُكرَّم

و مهما تَكُن عندَ امْرِئٍ مـــنْ خـلِيقَةٍ

و انْ خالها تَخْفَى عـلى الناس تُعْلَمِ

وكائن ترى من صامت لک مُعْجَب

زيادَتُه أو نَـــقْـــصُه فى التَّكلُّم

لسان الفتى نصف و نـــصفُ فؤادُه

فلم يَبْقَ الا صورة اللحْـــم والدم

و أنَّ سفاهَ الـــشـــيخِ لا حِلْمَ بعده

و انْ الفتى بعد السّـــفـــاهة يحْلُمِ

سأَلْنافأَعْطَيْتُم وَعُـــدَنا فَـــعُدْتُم

و من أكـــثـر التِّسآل يوماً سَيُحرَم

الخنساء

هـى أم عـمـرو تـمـاضـر بـنـت عـمر بن الحارث بن الشريد السـلـمية ، ولـدت فـى جـزيـرة العرب ولقبت بالخنساء لقصر أنفها وارتفاع أرنبتيه. وواحدة من أبرز شاعرات العرب .

عرفت الخنساء بحرية الرأى و قوة الشخصية ، يستدل على ذلك مـن خـلال نشـأتهـا فـى بيـت عـز و جـاه مـع والدها و أخويها مـعـاوية و صـخـر .وتـزوجـت مـن ابـن عـمهـا رواحة بن عبد العزيز السلمى ، إلا أنهـا لم تدم طويلاً معه لأنه كان يقامر ولا يكترث بماله، لكنها أنجبت منه ولداً ثم تزوجت بعدذلك من ابن عمها مرداس بن أبـى عـامـر السـلـمـى وأنـجبـت منه أربعة أولاد. و تعد الخنساء من الـمـخـضـرمـيـن لأنهـا عـا شت فى عصرين ، عصر الجاهلية و عصر الإسلام .بعد ظهور الإسـلام أسلمت الخنساء رضى الله تعالىٰ عنها و حسن إسلامها.

قتـل مـعـاوية عـلـى يـد هـاشم و در يد ابنا حر ملة يوم حوزة الأول سنة ٦١٢م ، فـحـرضـت الـخـنسـاء أخاها صخرا بالأخذ بثار أخيـه، فـقـام بـقتـل دريـد ، لـكن صخر أصيب بطعنة دام اَثرهاحو لاً كاملاً و تو فى فى يوم كلاب سنة ٦١٥م . فبكت الخنساء على أخيها صـخـر قبل الإسـلام و بـعـده حتـى عـميت. و فى الإسـلام حـرّضت الـخـنسـاء أبـناء ها الأربعةعلى الجهادو قد رافقتهم مع الجيش زمن عمر بن الخطاب ،وهى تقول لهم :

"يا بنى إنـكم أسلتم طائعين وهاجرتم مختارين ، ووالله الذى لا الٰه إلا هو إنكم بنو امرأة واحد ماخنت أباكم،و لا فضحت خالكم ، و لا هـجنـت حسبـكم و لا غيرت نسبكم ، و قد تعلمون ما أعد الله للمسلمين من الثواب الجزيل فى حرب الكا فرين ،واعلموا أن الدار البـاقية خيـر مـن الـدار الـفـانية ، يـقول الله عز وجل : " يا أيها الذين آمنوا اصبروا و صا بروا ورابطوا واتقوا الله لعلكم تفلحون"

حـضـت أبناؤها على القتال ولما بلغها خبر مقتلهم جميعاً لم تجزع و لم تبـك ، و لكنها صبرت ، فقالت قولتها المشهورة:

" الحمد لله الذى شرفنى باستشهاد هم ،و أرجوا من ربى أن يجمعنى بهم فى مستقر رحمته"

و لم تحزن الخنساء عليهم كحزنها على أ،خيها.

تـفـجـر أشـعار الخنساء بعد مقتل أخويها صخر و معاوية ، و خـصـو صـاً أخـوهـا صـخر، فقد كانت تحبه لا يو صف خ ورثته رثاء حزيناً و بالغت فيه حتى عدت أعظم شعراء الرثاء ، و يغلب على شعر الـخنساء البكاء و التفجع والمدح و التكرار لأنها سارت على وتيرة واحدة تميزت بالحزن والأسى وذرف الدموع.

كانت الخنساء رضى الله تعالىٰ عنها عاقلة حازمة ، حتى أنها قـد عـدت من شهيرات النساء ، فلا يجرؤ أحد على التهجم عليها أو التحدث عنها إلا لـقـى ما يسوؤه، لذا لم يتكلم عليها أحد و لم يتفوه شاعر بشئ يمكن أن ينقل و تحمله الألسن.

تو فيت الخنساء سنة ٦٤٥ م /٢٤ هـ

حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

تماضر بنت عمرو بن شرید سلیمیہ ، خنساء ان کا لقب ہے، ان کے باپ اور بھائی معاویہ اور صخر مضر کے قبیلہ بنو سلیم کے سردار تھے۔

معاویہ اور صخر کے قتل کئے جانے سے ان کو نہایت رنج ہوا اور ان کے غم میں خوب روئیں اور نہایت پر اثر اور دردناک مرثیے کہے، بالخصوص صخر کے لئے کیونکہ وہ بڑا محسن، بہت محبت کرنے والا اور بڑا بہادر و دلیر تھا۔

قبیلہ ہوازن کے سردار اور خاندان جشم کے شہسوار درید بن صمہ نے خنساء کے لئے پیغام بھیجا لیکن انھوں نے انکار کر کے اپنے ہی قوم میں شادی کرنے کو ترجیح دی۔

خنساء اسلام قبول کر کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ عاطفت میں آ گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اشعار پسند تھے۔ اپنے باپ اور بھائی کے رنج میں انھوں نے بے صبری کا مظاہرہ کیا اور خاص طور سے اپنے بھائی صخر پر مرثیئے کہتی رہیں یہاں تک کہ روتے روتے ان کی آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی۔ وہ کہتی تھیں کہ پہلے میں بدلہ لینے کے لئے اس پر روتی تھی اور آج میں اس کے جہنم میں جانے کی وجہ سے اس پر روتی ہوں۔

اپنے چاروں بیٹوں کو جنگ قادسیہ میں شہید ہونے کی خبر پر انھوں نے کہا تھا کہ:"**الحمد لله الذی شرفنی باستشهاد هم ،و أرجوا من ربی أن یجمعنی بهم فی مستقر رحمته**" خدا کا شکر ہے جس نے مجھے ان کی شہادت سے عزت بخشی اور میں امید کرتی ہوں کہ وہ مجھے ان سے ملا دے گا۔

عرب کی شاعرات میں اسلام سے قبل اور بعد از اسلام کوئی ایسی خاتون شاعرہ نہیں گذری۔ جو متانت شعر، نزاکت الفاظ میں خنساء سے بازی لے گئی ہو۔

نابغہ، جریر اور بشار بن برد کا خیال ہے کہ خنساء مردوں سے زیادہ بہتر شاعری کرتی ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی شاعری میں مردانہ زور بیان، اور زنانہ رقت یکجا ہیں، ان کی شاعری میں فخر و مراثی کا حصہ زیادہ ہے۔ فخر میں ان کا باپ ان کی قوم کا سب سے بڑا اور معزز شخص تھا اور ان کے دونوں بھائی قبیلہ مضر کے بہترین فرد تھے۔ مرثیہ میں انھوں نے اپنے باپ اور بھائیوں کی موت پر بہت زیادہ رنج و غم کیا، اپنے بھائیوں کے قتل ہونے سے پہلے وہ دو باتوں سے زیادہ نہ کہتی تھیں، لیکن جب وہ مارے گئے تو ان کے آنکھوں سے آنسو اور دل سے اشعار امنڈ پڑے۔ خنساء اپنی شاعری میں جاہلانہ و بدویانہ طرز ہی پر قائم رہیں یہاں تک کہ ۲۴ھ میں بادیہ میں ان کی وفات ہوگئی۔

منتخبات

ألا تبكيان

و قال تبكى صخراً أخاها:

أعينى جوداً و لا تجمُـــدا
ألا تبكيان لصخر النّـــدى
ألا تبكيان الجرىءَ الجميل
ألا تبكيان الفَتى الـــسيدا
طويل النّجاد رفيع الـعماد
ساد عـــشـيـــرَته أمردا
إذا القوم مدّوا بأيـــــديهِم
إلى المجد مدّ الـــيـــه يدا
فنال الذى فوق أيديـــهِـــم
مـن المجد ثم مضى مصعدا
يُكـــلّـــــفه القوم ما عالهم
و إن كانَ أصـغـرهم مو لداً
ترى المجد يـــهوى إلى بيته
يرى أفضلالكسبأن يُحمدا
وإن ذُكر الـــمـــجد ألْفَيته
تـــأزّرا بالـــمجد ثم ارتدى

كم من فارس

وخاطبت عينيها الدامعة:

بكت عيني و عاودت السهودا
وبتّ ُالليلَ جانحة عـــــميدا
لذكرى مـــعـــشرولّوا وخلّوا
علينا من خلافـــــتـــهم فقوداً
ووافَواظِمُ ء خامـــسـة فأمسوا
مع الماضين قد تبعوا ثـــمودا
فكم من فارس لک أمّ عـــمرو
يحوط سنا نه الأنَس الـــحـريد
كصخر أو معاوية بن عـــمـــرو
إذا كانت وجوه الـــقـــوم سودا
يرود الخيل دامـــيـــــة كلا ها
جدير يوم هيجا أن يـــصـــــيدا
يكُبون الـعـــشار لمن أتـاهم
إذا لم تُـــــحُسِب المئَة الوليدا

لا شئ يبقى غير الله

و قـالـت تـحـرض بـنـى سليم و عامر على غطفان الذين قتلوا أخاها معاوية:

لا شى ء َيـــبـقى غيروجهِ مَليكنا
ولست أرى شيئاً على الدهر خالدا
ألا إن يوم ابن الـــشـــريد ورهطه
أباه جفانا والـــقـــدور َالرواكدا
هم يملأون للـــيـــتـــيـــم إناء ه
وهم ينجزون للـــخـيل المو اعدا
ألا أبلغا عنى ســـلـــيـــماً و عامراً
و من كان من عليا هـــوازن شاهدا
بأن بنى ذبيان قد أصـــــدوا لكم
إذا ما تلا قـــيـــتـــم بأن لا تعادوا
فلا يـــقـــربن الأرض إلا مـــسارق
يخاف خميساً مطلع الشمس حاردا
عل كلّ جرُداءِ الـــنُّـــسالَةِ ضامر
بآخر ليلٍ ما ضـــُـفِـــزُن الحدائد
فقد زاح عنّا اللوم إذ تركـــوا لنا
أروما فآرا فـــمـــاءً بـــواردا

ونحن قـــتـــلنا هـاشما وابن أخته
ولا صلح حتى نستـــقيد الخرائدا
فقد جرتِ العادات أنا لـــدى الوغى
سنظفر ولإنسان يبغى الـــفـــوائدا

تذكّر واَنحدار

وقالت ترثى أخاها :

ذكرت أخى بعد نـوم الخلىّ
فانحدر الدمع منى انـحدارا
وخيل لبستَ لأبـــــطالِها
شليلاً ودمّرْتَ قـــوماً دَمارا
تصيّدُ با لرمـــــح رَيعانها
وتهتصِرُالكبش منها اهتصارا
فألحمُتها القوم تحت الوَغى
وأرسلْتَ مهرك فـيها فغارا
يقين وتحـــتـــسبُه قافلاً
إذا طابقتُ وغشينَ الـحرارا
فذلك فى الجدّ مـــكروهُه
وفىاللّم تلهووترُخى الإزارا
وهاجـــــرةٍ حرّها صاخِدٌ

جعلت رِداء ک فيها خمارا

لتدرک شـــــأواً على قربه

وتكسبَ حمداًوتحمىالذّمارا

وتروىالسنان وتردى الكمىّ

كَمِرْجَل طبّا خة حـيـــن فارا

وتغشى الخيول حياض النجيع

وتعطى الجزيل وتردى العشارا

كأنّ الـــــقُـــــتودَ إذا شدّها

على ذى وُسوم تُبارى صوارا

تمكّن فـــــــى دِفْء أرُطاته

أهاج العشىّ عـــلـــــيه فثارا

فدارَ فـــــلمّا رأى ســـــرُبها

أحسّ قَـــــنـــيصاً قريباً فطارا

يشقّـــــــق سِرُبالـــه هاجراً

من الشدّ لـــــما أجد الفرارا

فبات يقنّص أبـــــطـــــالها

وينعصر الماء منه انـــعصارا

يالهفى عليه

وأنشدت تبكى صخراً أخاها:

يؤرقنى التّذكّرُ حيـــن أمسى
فأُصبح قد بليت بفرط نكْس
على صخر ،وأى فتى كصخر
ليوم كريـــهـة وطعان حلس
وللخصم الألَـــد إذا تعدى
ليأخذ حق مـــظلوم بقنيس
فلم أر مـــثـــله رُزْء اً لجن
ولم أر مـــــثله رزء اً لإنس
أشد على صروف الدهر أيداً
وأفصل فىالخطوب بغيرلبس
وضيف طارقٍ أو مـــستجير
يروَّع قلبه من كل جـــرُس
فأكرمـــــه وآمنه فأمسى
خلياًبإلـــه من كـــل بؤس
يُذكّرنى طلوع الشمس صخراً
وأذكـــره لكل غروب شمس
ولولا كـــثرة الباكين حولى

على اخوانهم لـقـتلُتُ نفسى
ولـــكـن لا أزالُ أرى عجولاً
وباكية تـــنـــوح ليوم نحس
أراها وإلهًا تـــبـــكى أخاها
عـــشـــيـة رزُئه أوغبّ أمس
وما يبكون مـــثل أخى ولكن
أعزّى النفس عـــنـــه بالتّأسّى
فلا والله لا أنـســـاك حتى
أفارق مهجتى ويـــشـق رمسى
فقد ودّعُتُ يوم فراق صـــخر
أبى حـــسـان لذّاتى وأنـــسى
فيا لـــــهفى عليه ولهف أمتى
أيصبح فىالضريح وفيه يمسى؟

أنت الفتى الماجد

وأنشدت فى رثاء أخيها صخر:

يا عين جودى بدمع منک مهراق
إذا هـــدى الناس أو همّوا بإطراق
إنى تذكّـــرنى صخراًإذا سجعت
على الغـــصون هتوف ذات أطوق
وكل عـــبـرى تبيت الليل ساهرة
تبكى بكاء حـــزين القلب مشتاق
لاتـــكـــذبنّ فإن الموت مخترم
كل الـــبـــــرية غيرالواحدالباقى
أنت الفتى الماجد الحامى حقيقته
تعطىالجزيل بوجه منک مشراق
والـعود تعطى معاً والنّاب مكتنفاً
وكـــل طرف إلى الغايات سبّاق
إنى سأبـــــكى أبا حسان نادبةً
مازلت فى كل إمـــساءٍ واشراق

شاعر رسول الله ﷺ
حسان بن ثابت الأنصارى
رضى الله تعالىٰ عنه

حياته:

هو حسان بن ثابت بن المنذر بن حرام بن عمرو بن زيد مناة بن عدى و أمه الفريعة بنت خالد بن قيس بن لو ذان ، و قد أسلمت الفريعة .

اتفق القوم على أن حسان عاش مائة و عشرين سنة. ستون منها فى الجاهلية ، و ستون فى الإ سلام .

نشأ حسان بن ثابت رضى الله تعالىٰ عنه بين قومه الخزرج والأوس ويهود المدينة ، و قد كان بين الأوس والخزرج سلسلة حروب تكاد تكون متصلة الحلقات و من أيامهم يوم بعاث و يوم سميحة و يوم الدرک و يوم الربيع و يوم البقيع إلى سائر أيامهم ووقائعهم مما جاء ذكر أكثره فى شعر حسان بن ثابت الأنصارى. .

فكان نصيب حسان بن ثابت الانصارى من هذ ه الأحداث نصيب الشاعر الذى أذاب الشعر والشعر يذيبه ، و يدعو القول والقول يجيبه ، نصيب العبقرى المفتن الموهوب الذى ملک الفن عليه حسه، وحسان بن ثابت من القبيل الأول فقد شاهد كثيراً من حروب الأوس والخزرج فى الجاهلية ، ثم شاهد المشاهد كلها فى

الاسلام و مع ذلک کله لم یخترط سیفاً و ما شاک سلاحاً ، و انما سیفه الصمصامة الذکر لسانه ، و مذوداه قلبه و بیانه . هذا هو کل ما یملک حسان بن ثابت الانصاری رضی الله تعالیٰ عنه . وهذا کل ما کان منه وسط هذه المعامع والوقائع والحروب ، قا فیة ینتصر فیها لقومه ویفتخر بمساعیهم وفعالهم ، أو قصیدة ینا فح فیها عن السید الأمین و یذب عن بیضة الاء سلام و یشهر فیها بقریش وسادة قریش وشعراء قریش.

إذن کان حسان بن ثابت الأنصاری جباناً بحق بل کان الجبن ماثلاً ، ولیس ذلک مما یعاب به حسب! و اِنما کان من أولئک الذین یتکسبون بشعرهم ، أما جبنه فقد علمت أنه لم یخض حرباً قط.....

تقول صفیةبنت عبد المطلب : کنت یوم الخندق فی فارع حصن حسان بن ثابت الأنصاری وکان معنا فیه حسان والنساء والصبیان ... "ألق بالک" قالت: فمر بنا رجل من یهود فجعل یطیف بالحصن . و قد حاربت بنو قریظة "الیهود" و قطعت ما بینها و بین رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس بیننا و بینهم أحد یدفع عنا، ورسول الله والمسلمون فی نحور عدوهم " أی مشغولون بالقتال" لا یستطیعون أن ینصرفوا إلینا عنهم إذا أتانا آت ، فقلت یا حسان : إن هذا الیهودی کما تری بطیف بالحصن ، و إنی والله ما أمنه أن یدل علی عوراتنا من وراء نا من یهود، و قد شغل عنا رسول الله صلی الله علیه وسلم و أصحابه فانزل إلیه فاقتله ، فقال حسان: یغفرالله لک یا ابنة عبد المطلب ، لقد عرفت ماأنا بصاحب هذا... فلما قال ذلک و لم أر عنده شیئاً احتجزت ثم أخذت عموداً ثم أنزلت

إليـه من الحصن فضربته بالعمود حتى قتله ، فلما فرغت منه رجعت إلى الحصن فقلت يا حسان: إنزل إليه فاسبله "أى خذ سلبه" فانه لم يمنعنى من سلبه إلا أنه رجل ، قال مالى بسلبه من حاجة يا بنت عبد المطلب .

حسان بـن ثابت الأنصارى فى الاء سـلام فقد كان شاعر رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعطيه و يحنو عليه ، ومازال يعيش من المسلمين حتى ذهب إلى الرفيق الأعلىٰ.

إذن كـان حسـان بن ثابت الأنصارى رضى الله تعالىٰ عنه فى جـاهـليتـه يـمـدح آل جـفـنة و كـان يسترفدهم فيرفدونه ويجتديهم ويـفـضـلـون لأنـه كان شاعرهم وكان يمت إليهـم بسبب من القرابة وأصل... كان حسان بن ثابت يمدح وكان يفتخر بقومه وكان يهجو مـن قاوله وفاخره. وكان يشبب بامرأة اسمها شعثاء وكثيرا ماذكرها فى قوافيه . وكان يشبب بامرأة أخرى اسمها عمرة.

قال حسان بن ثابت فى الغزل كمال قال فى المدح والفخر والحماسة والهـجـاء ،وكـان غـزلـه فى الجاهلية . أما فى الاء سـلام فـاقتصر على الـمدح والهجاء والفخر . كان يمدح رسول الله صلى الله عليه وسلم ومـن يـرتـضيـه من الصحابة مثل أبى بكر الصديق وعمر الفاروق وابن عباس و الزبير بن العوام رضوان الله تعالىٰ عليهم أجمعين.

وكـان يهـجـو قـريشـاً وشعراء قريش وسادة قريش ذوداً عن سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وعن بيضة الإسلام ، و ما زال إلى أن استأثر الله به سنة ٥٠ لـلهجرة بعد أن كف بصره فى أخريات أيامه . رضى الله تعالىٰ عنه وأرضاه.

حضرت حسان بن ثابتؓ:

حضرت حسان کی کنیت ابوالولید ہے اور باپ کا نام ثابت، حسان کا کا نسبی تعلق مدینہ کے دونوں مشہور انصاری قبیلوں نجار اور خزرج سے جاملتا ہے، قبیلہ خزرج کا تعلق قبیلہ ازد سے تھا۔ پورا سلسلہ نسب اس طرح ہے:

ابوالولید حسان بن ثابت بن المنذر رمناۃ بن عدی جن کا تعلق ابن نجار کے بنو مالک سے تھا۔ نجار کا نام تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج تھا، اس طرح حضرت حسان نجاری ہونے کے ساتھ ساتھ خزرجی اور یمنی بھی تھے۔

ان کی والدہ کا نام ''الفریعۃ'' تھا جن کا سلسلہ نسب بھی انصار کے دوسرے مشہور قبیلہ خزرج سے جاملتا ہے۔ حسان کے باپ ثابت اور ان کے دادا المنذر اپنی قوم کے ممتاز لوگوں میں شمار کیا جاتے تھے، دادا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بہت نیک طبع، صلح پسند امن جو اور مخلص آدمی تھے، چنانچہ مدینہ کے قریب واقع ایک تالاب میں چھڑی جنگ کے بعد جس کو جنگ سمیحہ کہا جاتا ہے اوس وخزرج میں خون بہا کے مسئلے میں اختلاف بڑھ جانے کی وجہ سے انھوں نے اپنی قوم خزرج کے خون بہا کو معاف کرادیا تھا۔ اور اوس کے مقتولین کے خون بہا کو اپنے مال سے ادا کر کے اس جھگڑے کو ختم کرادیا۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بھی فضیلت حاصل ہے کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننہالی رشتہ داروں میں سے بھی تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کی ماں بنونجار خاندان سے تھیں۔

حضرت حسان ہجرت سے تقریباً ساٹھ سال پہلے مدینہ منورہ میں ۵۶۳ء میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی، شاعری کو پیشہ بنایا اور اسی کے سہارے زندگی بسر کرنے لگے۔ غسانی اور منذری بادشاہوں کی شان میں مدحیہ قصائد کہتے اور ان سے انعام واکرام قبول کرتے۔ ان کے خاص ممدوح غسانی بادشاہوں میں آل جفنہ

تھے کیونکہ وہ پڑوسی اور رشتہ دار تھے۔اس طرح حضرت حسان زمانہ جاہلی میں عیش و عشرت کی زندگی گذارتے تھے اور انہیں درباروں میں اس زمانے کے بعض مشہور اور نامور شعراء نابغہ ذبیانی وغیرہ سے شعری مقابلہ بھی ہوئے۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ ایک دفعہ حضرت حسان شام کے غسانی بادشاہ عمرو بن الحارث کے دربار میں حسب عادت پہنچے تو وہاں پر زمانہ جاہلی کا مشہور شاعر نابغہ ذبیانی اور علقمہ بن عبدہ پہلے سے موجود ہیں۔غسانی بادشاہوں کو مدینہ کے پڑوس اور انصاریوں سے یمنی ہونے کی وجہ سے اور قرابت کے خیال سے حضرت حسان سے بڑا لگاؤ تھا، اسلئے عمرو کو خیال ہوا کہ کہیں ان دو مشہور اور زبردست شاعروں کے مقابلے میں حسان کی سبکی نہ ہو جائے اس لئے اس نے چپکے سے حسان سے کہا کہ آپ کو شعر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، میں آپ کے پاس بغیر پڑھے ہوئے ہی معقول انعام بھجوادوں گا، مجھے خطرہ ہے کہ یہ دونوں نابغہ اور علقمہ آپ کے مقابلہ میں اچھا اشعار پڑھ کر آپ کی بے عزتی نہ کریں۔حضرت حسان بولے کہ نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔میں ضرور اپنا کلام سناؤں گا، چنانچہ ان دونوں شاعروں سے شعر پڑھنے کی اجازت لی اور اپنا وہ مشہور قصیدہ پڑھا جس کا مطلع ہے۔

أسألت رسم الدار ام لم تسأل بين الجو لى فا لبضيع فحومل

چنانچہ روایات میں آتا ہے عمرو نے ان کے قصیدہ کو نابغہ کے قصیدہ پر ترجیح دی۔حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کر لینے کے بعد بھی شاہان غسان ان کی خدمت میں ہر سال انعام واکرام مستقل بھیجتے رہے حالانکہ وہ لوگ خود عیسائی مذہب پر قائم رہے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تو اس وقت مدینہ کی ایک کثیر تعداد نے اسلام قبول کیا، اسی میں حضرت حسان بھی مسلمان ہو گئے اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایسے شیدائی ہوئے کہ اپنی ساری صلاحیتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے لئے وقف کر دیں اور ''شاعر رسول'' کے خطاب سے نوازے گئے۔

جاہلیت میں حضرت حسان شاہی شاعر تھے، اور زمانہ نبوت و رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے شاعر ہوئے۔ابن سلام الجمحی نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو جزیرہ عرب کے پانچ بڑے شہروں مکہ، مدینہ، طائف، یمامہ اور بحرین میں سب سے بڑا شاعر شمار کیا ہے۔

مبرد نے کامل میں لکھا ہے کہ سب سے قدیم خاندان جس میں شعر کا رواج رہا ہے وہ خاندان حسان ہے کیونکہ اس خاندان میں مسلسل چھ شاعر گذرے ہیں۔ حسان کے والد اور ان کے دادا، حسان کے بیٹے عبدالرحمٰن اور ان کے پوتے سعید بن عبدالرحمٰن بھی شاعر تھے۔

ان کی شاعری میں فخر و حماسہ، مدح و ہجو کا عنصر غالب ہے اور یہ وہ تمام موضوعات ہیں جن کو ادا کرنے کے لئے شوکت الفاظ اور متانت کا اسلوب درکار ہے۔کہا جاتا ہے کہ ان کی شاعری میں کچھ غریب الفاظ اور نامانوس طرز اسلوب کی ایک جھلک پیدا ہوگئی تھی لیکن وہ اسلام میں داخل ہو جانے کی وجہ سے ختم ہوگئی تھی۔

صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی تلاوت نے ان کی زبان و بیان میں وہ اعجاز پیدا کر دیا تھا کہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی طرف سے مدافعت کرنے کے لئے میدان شعر میں آئے تو کلام میں اتنا زور اور اسلوب اتنا شاندار ہوتا کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرط مسرت سے بول پڑے تھے کہ کہے جاؤ روح القدس تمہارے ساتھ ہیں۔

حضرت حسان نے جتنی عمر زمانہ جاہلیت میں پائی تقریباً اتنی ہی عمر زمانہ اسلام میں بھی گذار کر ۵۴ھ میں ایک سو بیس سال کی عمر پا کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

قال حسان رضى الله تعالىٰ عنه يمدح المصطفى صلى الله عليه وسلم و ذلک قبل فتح مكة ، و يهجو أبا سفيان ، و كان هجا النبى صلى الله عليه وسلم قبل إسلامه .

قصيده: ١

عفت ذات الأصابع فلجواءُ

عفت ذات الأصـابع فلجواءُ
إلى عذراء مـنـــزلها خلاء
ديار من بنى الحسحاس قفر
تعفيها الرّوامِسُ والـــسماءُ
وكانت لا يزال بـــهـا أنيس
خلا لَ مروجِها نـعـمٌوشاء
فدع هذا و لكن من لـطيف
يؤرِّقُنى إذا ذهب الـعـــشاءُ
لشعشاء التى قد تـيـــــمَتُه
فليس لقلبه مـــنـــها شِفاء
كأن سبيئة من بـــيت رأسٍ
يكون ازاجها عـــسل وماء
على أنيابها أطـــــعم غض

مـــــن التفّاح هصّره الجناء

إذا ما الأشربات ذكرن يوماً

فهُنّ لـــــطيِّب الراح الفداء

نولِّيها الـــمـــــلامة إن ألمنا

إذا ما كان مـــــغْت أو لحاءُ

ونشربها فـتـــــتركنا ملوكاً

وأسد إما يـــنَهُـــــنِهنا اللقاءُ

عدمنا خيلنا إن لـــــم تروُها

تثير النقُع موعـــــدها كداء

يبارين الأعنة مصـــــعدات

على أكتافها الأسل الـظمَاء

تظل جيادنا مـــتـــــمطِّرات

تلطِّمُهن با لخمر الـــنـــساء

فإما تعرضوا عنا اعـــتـــمرنا

وكانالفتح وانكشف الغطاء

وإلا فاصـــــبروا لجلاد يوم

يعزالله فـــيـــــــه من يشاء

وجبريل رسول الله فـــيـــنا

وروح القدس ليس له كـفاء

وقال الله قد أرســـلـت عبداً

يـــقول الحق إن نفع البلاء

شهدت به فـقوموا صدقوه

فقلتم لانـــقـــــوم ولانشاء

وقال الله قـــد سيّرت جنداً

هم الأنصار عـرضتها اللقاء

لنا فى كل يـــــوم من معدِّ

سباب أو قتال أوهـــجـــاء

فنحكم با لقو افى من هجانا

ونضرب حين تختلطالدماء

ألا أبلغ أبا ســـــفـــيان عنى

فأنت مجوَّفٌ نَـــخِب هواء

بأن سيوفنا تركـــتُك عبداً

وعبد الدار سادتُـــها الإماء

هجوتَ محمداً فأجبتُ عنه

وعند الله فـى ذاك الجزاء

أتهجوه ولســـت له بكفءٍ

فشركما لخير كـــما الفداء

هجوت مباركاً برّا حـــــنيفاً

أمين الله شيمته الـــــــوفاء

فمن يهجورسول الله منكـم

ويـــــــمدحه وينصره سواء

فان أبـــــى ووالدَهُ وعرضى

لعرضى محمد مـــنكم وقاء
فاما تـــثقفن بـــنـــــولُؤىَّ
جذيمة إن قـــتـــــلهم شفاء
أولئک معشرنـصروا علينا
ففى أظفارنا مـــنـــــهم دماء
وحِلُف الحارث بن أبى ضرار
وحِلُف قـــريـــظة منا براءُ
لســـانـــى صارم لاعيب فيه
وبحرى لا تـــــكدِّ ره اللاء

قصيده: ٢

وقال أيضا يمدح رسول الله صلى الله عليه وسلم
وأحسن منک لَمَ ترَ قط عينى
وأجـــمل منک لم تلد النساء
خلـــقت مبرَّءً من كل عيب
كأنـــک قد خلقتَ كما تشاء

قصيده: ٣

هل رســـم دراسة المقام يباب

هل رســـم دارسة المُقام يَبابِ
متكلم لـــمُـــــحاور بجواب
ولقد رأيت بها الـحُلول يزينُهم
بيض الوجوه ثواقب الأحساب
فدع الديار وذكر كــل خريدة
بيضاء آنسة الحـــديث كَعاب
وأشكـالهموم إلى الاله وما ترى
من معشر متآلِّلبين غـــــضاب
أموا بغزوهم الرسول وألبـسو ا
أهل القرى وبوادىَ الأعــراب
جيش عيينة وابن حرب فـيهم
متخمِّطين بحلية الأحـــــزاب
حتى إذاوردواالمدينة وارتجوا
قتل الـنـــــبى ومغنم الأسلاب
وغدو علينا قـــــادرين بأيدهم

ردوا بغيظهم عـلـــى الأعقاب

بهبوب معصفة تــفرق جمعهم

وجنود ربک ســـيـد الأرباب

وكفى الاله المؤمنين قـتــالهم

وأثابهم فى الأجر خـــير ثواب

من بعد ما قنطوا فـــفرّج عنهم

تـــــنزيل نصّ ملكينا الوهّاب

وأقر عـــــين محمد وصحابه

وأذلّ كل مـــكـــــذب مرتاب

مستشعر للـــــكفر دون ثيابه

والكفر ليس بـــطاهر الأثواب

علق الشقاءُ بـــقـــــلبه فأرانه

فى الكفر آخر هـذه الأحقاب

قصيده: ٤

عرفت ديار زيـــــنب بالكثيب

عرفت ديار زيـــــنب بالكثيب
كخط الوحى فى الورق القشيب
تعاورها الرياح وكـــــل جَونٍ
من الوسميِّ مُنْهَمِّ ســـكـــوب
فأمسى رسمها خلَقاً وأمـــست
يباباً بعد ساكنها الحبـيـــــب
فدع عنک التذكر كـــل يوم
ورُدّحزازة الصدر الكـــــئيب
وخبر بالذى لا عيب فـــــيه
بصدق غير اخبار الكـــذوب
بما صنع المليک غـــداة بدر
لنا فـى المشركين من النصيب
غداة كأن جـمـــــــعهم حراءٌ
بدت أركانه جنح الـغـــيوب
فوافـــيـــــــنا هم منا بجمع

كَأُسد الـــغـــاب مردانٍ وشيب

أمام مـــحـــمد قـــــد آزروه

على الأعداء فى لفح الحـروب

بأيديهم صوارم مرهـــفـــات

وكل مجرب خاظى الكـعـوب

بنو الأوس الـغـــارف آزرتُها

بنوالنجار فى الدين الظّـــليب

فـــغـــادرنا أبا جهل صريعاً

وعتبة قد تـــــركنا بالجبوب

وشيبة قدتـــــــركنا فى رجال

ذوى حسب اذا نُـسِبوا نسيب

يناديهم رســـــــول الله لما

قذفناهم كباكـــب فى القليب

ألم تجدوا حديـــثى كان حقّاً

وأمر الله يأخذ بالـقـــــلوب

فما نطقوا، ولو نـطـقوا لقالوا

صدقتَ وكنت ذا رأيٍ مصيب

أبو الخطاب عمر بن أبى ربيعة القرشى المخزومى

حياته:

عـمـر بـن أبـى ربيـعة الـقرشى المخزومى ولد با لمدينة ليلة مـات سيـدنـا عـمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه،وهومن الشعراء الاء سلاميين ، فكان يقال، أى حق رُفع و أى با طل وضع ! ثم شبل فى نـعـمة أبيـه عبـد الـله عامل الرسول والخلفاء الثلاثة من بعده، و كان سرياً غنياً ، فتقلب عمر فى أعطاف النعيم ، ورتع فى رياض الترف، و خلا ذرعه من معالجة الأمور ، ففرغ للشعر و قاله وهو صغير .

سـلـك عمر بن أبى ربيعة إلـى الشـعر طريقاً غير مألوفة و لا مـعـروفة ، فـقـصـره على وصف النساء و تزاورهن و مداعبة بعضهن لبعض بلفظ رشيق و أسلوب مبتكر .

قال ابن جريج : "مادخل العواتق فى خدورهن شيء أضر عليهن مـن شـعـر ابـن أبى ربيعة" و لم يقف شره عندذاك ، و انما كان يتعرض لـلـحـواج فيشيـب بـا لـعقائل و الأميرات و يصفهن طائفات محرمات ، فـزهـدت كـرائـم الأسـر فـى أداء هذه الفريضة خشية منه ، و أولو الأمر يتـغـمـدون هـذا الجهل بالحلم رعاية لأسرته و فخراً بشاعريته ، و تر قباً لتوبته ، و لكن الخليفة عمر بن عبد العزيز لم يسعه الصبر على تماديه فى المجون ،. و إمـعـانه فى الجهالة،فنفاه إلى دهلك إحدى جزر البحر الأحمربين بـلاد اليمن والحبشة ، و قدكانت منفى لبنى أمية ولم يعد إلا بـعـد أن أقسم أنه يقلع عن صبوته ، و يخلص إلـى الله فى تو بته و لعل بلوغه العمُر ين قد أعانه على البر بقسمه، فزهد و تنسك.

عمر بن ابی ربیعہ:

ابوالخطاب عمر بن ابی ربیعہ مخزومی مدینہ میں پیدا ہوا اور اتفاق سے اسی رات کو امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرمائی۔

اس نے اپنے باپ عبداللہ کی نعمتوں میں پرورش پائی اور جوان ہوا، اس کے باپ عبداللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بعد تین خلفاء راشدین کی طرف سے گورنر تھے۔ اس لئے اس کی مالی حالت کافی بہتر تھی، عمر مال وآسائش نیز آسودگی میں، خوشحالی اور روزی کی طرف سے فارغ البالی اور بے فکری میں پروان چڑھا اور بالکل یکسوئی کے ساتھ وہ شعر شاعری میں مشغول ہو گیا۔ کمسنی ہی میں شعر کہنے لگا، اس کے زمانہ میں جریر اور فرزدق جیسے بڑے بڑے شعراء موجود تھے جو اس کو خاطر میں نہ لاتے تھے لیکن عمر بن ابی ربیعہ برابر محنت ومشقت میں لگا رہا اور شاعری کی مشق لگن کے ساتھ کرتا رہا نتیجۃً شاعری نے اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دئے اور وہ ایک اچھا شاعر بن گیا۔

ایک دن جب جریر نے اس کا رائیہ قصیدہ سنا جس کا مطلع تھا۔

أمن آل نعم أنت غاد فمبكر غداة غد ، أم رائح فمهجّر

تو جریر نے کہا کہ یہ قریشی تو تک بندی کرتے کرتے اب عمدہ شاعری کرنے لگا ہے۔

عمر بن ابی ربیعہ نے شاعری میں غیر مانوس راستہ اختیار کیا ہے، اس نے شاعری کو عورت، عورتوں کی باہمی ملاقات، آپس کی چھیڑ چھاڑ اور دل لگی کے حالات بیان کرنے میں محدود کر دیا، وہ ان مضامین کو نہایت خوش نما الفاظ اور انوکھے پیرایہ میں ادا کرتا ہے۔

اسی وجہ سے اس کی شاعری کو خوش مذاق لوگ پسند کرنے لگے، گانے والیوں اور شراب نوشوں میں اس کی بڑی آؤ بھگت ہونے لگی، عوام الناس میں اس کی شاعری خوب گائی جانے لگی، یہاں تک کہ اس کے خلاف زاہدوں اور پرہیزگاروں نے آواز بلند کی۔

ابن جریج کا قول ہے کہ: "**مادخل العواتق فی خدورهن شیء أضر علیهن من شعر ابن أبی ربیعة**" پردہ دار لڑکیوں کے پردہ میں ابن ربیعہ کے اشعار سے زیادہ ضرر رساں کوئی چیز داخل نہیں ہوئی۔

اس کی شرارت بڑھتی ہی گئی وہ حج کیلئے جانے والی عورتوں کے پیچھے لگ جاتا، امیر زادیوں اور شریف زادیوں سے عشقیہ شاعری کے ساتھ اظہار محبت کرنے لگتا اور طواف کرتی ہوئی عورتوں کے اوصاف بیان کرتا۔ حکومت کے لوگ اس کی خاندانی رعایت، اس کی شاعری پر فخر، اور اس کی از خود توبہ کا انتظار کرتے ہوئے تحمل مزاجی سے کام لیتے اور اس سے چشم پوشی کرتے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز اس کی اس بے جھجھک مذاق اور اندھا دھند تمسخر اور اس کے جہالت میں انہماک کو برداشت نہ کر سکے اور اس کو یمن اور حبشہ کے علاقے میں بحر احمر کے جزیروں میں سے ایک جزیرہ ''دھلک'' کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اس جزیرہ میں بنو امیہ بطور سزا لوگوں کو جلا وطن کیا کرتے تھے۔

عمر بن ابی ربیعہ وہاں اس وقت تک رہا جب تک کہ اس نے عشق بازی چھوڑنے کا عزم مصمم نہ کر لیا اور خلوص دل سے توبہ نہ کر لی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ذہنی طور پر نیک، پاکباز اور عفت والا تھا، وہ صرف زبان سے شعر کہتا تھا لیکن ویسا کرتا نہیں تھا۔

کتابوں میں لکھا ہوا کہ جب وہ آخری مرتبہ بیمار ہوا تو اس کا بھائی حارث گھبراہٹ کی وجہ سے سخت پریشان تھا تو عمر نے اس سے کہا: شاید تم میری بداعمالیوں کے

خوف سے گھبرا رہے ہو، بخدا مجھے نہیں معلوم کہ کبھی کوئی بدکاری مجھ سے سرزد ہوئی ہو،تو اس کے بھائی حارث نے کہا: مجھے تمہاری طرف سے یہی خطرہ تھا جسے تم نے مجھ سے دور کر دیا۔

عمر بن ابی ربیعہ کی شاعری میں الفاظ خوشنما ،وصف عمدہ، بندش پختہ اور مضامین جلد سمجھ میں آجانے والے ہیں یہ سب اس لئے ہے کہ اس کی شاعری بہت آسان ہے۔

جمال وخوبصورتی کی تعریف اور عورتوں کے وصف میں اس کی شاعری لوگوں کی طبیعتوں سے ہم آہنگ اور ان کی خواہشات کے مطابق ہے، اس نے شاعری میں عشقیہ مضامین افسانوی رنگ وروپ میں پیش کیا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ عورتوں میں دلچسپی لیتا تھا، ان کے ساتھ میل جول اور گفت شنید کرتا، دل بہلاتا لیکن ان میں سے کسی سے بھی سچی محبت نہیں کرتا تھا سوائے ثریا بنت علی بن عبداللہ بن حارث کے۔اس سے اس کا معاملہ سچی عشق ومحبت سے کچھ ملتا جلتا تھا۔

ثریا یمن میں تھی تو عمر نے اس کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے ۔

كتبت اليک من بلدی كتاب مولّه كـــــمد

میں نے تجھے اپنے وطن سے خط لکھا جس طرح ایک غمزدہ لکھتا ہے۔

كتيب و اكف العينين بالحـــسرات منفرد

وہ غمزدہ ہے حسرت کی وجہ سے اسکے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور وہ تنہا ہے۔

يورقه لهيب الشـــو ق بين السحر والكبد

اسے پھیپڑے اور جگر کے درمیان بھڑکنے والی آگ بے خواب کر رہی ہے۔

فيمسک قلبه بيد ويمسح عينه بيـد

پس وہ ایک ہاتھ سے اپنے دل کو تھامے ہے اور ایک ہاتھ سے آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو پوچھتا ہے۔

منتخبات

فيا عجباً لِمَوْقِـــفِـــــنا

ألاهــل هَا جَک الأظُـعا ن اذ جاوزْنَ مـــــطَّلحا
نعَمْ و لِوَشْکِ بيـــنَـهم جرَى لَکَ طائرٌ سَـــنَحَا
سلکْنَ الجَنْبَ من رَکَکٍ وضَوءُ الفَجْرِ قد وَضَـــحا
فمنْ يفرحُ بِـــبَـــــينِهم فغيرى اذ غَدَوْا فرحـــــا
فهزَّت رأسهاعَـــجَـــبا و قالت: مازحٌ مـــزحـــا
و قلن: مَقـــيلُـــنا قرْنٌ نُباکرُماءَ ه صُـــبُـــحا
فيا عجباً لِمَوْقِـــفِـــــنا و غُيّبَ ثَمَّ من کَـــشَحا
تَبِعَتْهُم بطَرْف الـــعـــــى ان حتى قيل لى افتَـــضَحا
يُوَدِّ ع بعضنا بـــعـــــضاً
و کلٌّ بالْهوى جُـــرحـــا

بَانت سُلَيْمى فا لفؤادُ قَريُـــح

بَانت سُلَيْمى فا لفؤادُ قَريُـــح
و دَموع عَينى فى الرداء سُفُوح
و لقد جرى لک حزْم سُوَيْقَـةٍ
فيما يُعَيَّفُ سانحٌ و بـــريـــح
أحْوى القواديم با لبياض ملَـمَّعٌ
قلق المواقعِ بالفراقِ يـــصـــيحُ
حسنٌ لدىَّ حديثٌ من أحبَـبـْتَه
و حديثٌ من لا يُسْتَلَذُّ قـبـْيحُ
الحبُّ أبغـــــــضُه الىَّ أقلُّـــه
صَرْحٌ بذاک وراحةٌ تصريـــحُ

من لِقلْبٍ غيْرِ صـــاحِ فى تَصابٍ و مـــزاح
لجَّ فى ذِكْر الغـــوانى بعْدَ رُشدٍ و صـــلاحِ
و لقد قلتُ لِـــــبكْرٍ اذْ مررنا بالصَّـــفاح
قفْ نُسَلِّم و نُـــحَـيّى ماعلـــينا من جناح
قمرتَنِى جـــارتى عق لى كقمْرٍ بالْقِـــداحِ
أقصدتْ قلْبى و مـا ان
أقصدَتْه بـــســـلاحِ

ليت هندا أنجزتْنا ما تـــعـد

ليت هندا أنجزتُنا ما تـــعـد
و شفت أنفسنا مما تـــــجد
و اسْتبدَّت مـــرّةً واحـــدةً
إنما العاجز من لا يـــســـتب
زعموها ســـــألت جاراتـها
و تعرَّت ذات يـــــوم تبـترد
أكما ينعتُنى تبُـــــــصر نـنى
عمْرَكنَّ الله أم لا يـــقتصـد
فتضاحكن و قد قـــلـن لـها :

ِحسن فى كل عين من تـــود

حسداً حُمِّلْنَه من أجـــــلها

و قديماً كان فى الناسالحسد

غادة تفُترُّ عن أشُـــــنـــــبها

حين تـــــجلوه أقاح أو برد

و لها عينان فـــــي طرُفيهما

حَوَرٌ منها و في الـــجيد غيد

طفلة باردة الـــــقـــــيظ إذا

معمعان الصيف أضحى يتقد

سخنة المـشتى لحاف للفتى

تحت ليل حين يغشاه الصرد

و لقد أذكر اذ قـــــــيل لها

و دموعى فوق خدى تـــطرد

قلتُ: من أنتِ؟فقالت:أنا من

شفَّه الوجـــد و أبلاه الكمد

نحن أهلالخيف من أهل منى

ما لمقتول قـــــــتلناه قوَد

فقلتُ: أهلا أنتم بـــــغـــيتنا

فتسمَّين فقالت: أنا هـــــنـــد

إنما خبّل قلبى فا حـــتـــوى

صعدة في سابريٍّ تـــــطـــرد

إنما أهلك جـــيـــران لنا

إنما نحن وهم شـــيءٌ أحد

حدَّ ثونى أنها لى نـــفـــشت

عقَداً يا حبّذا تلك العُـــقَد

كلما قلت : متى مـــيـعادنا؟

ضحكت هندوقالت:بعد غد

كتبت إليك من بلدى

كتبت إليك من بلدى كتـــــاب مُولَّه كمد

كئيب واكـف العينيـ ن بالحسرات مـــنفرد

يؤرِّقه لـــهـــيب الشَّو ق بين السحـروالكبد

فيمسک قـــلـــبه بيد

و يمسح عـــيـــنه بيد

الفرزدق

حياته:

أبـو فـراس هـمام بن غالب التميمى المعروف بـ"الفرزدق" ولـد و نشـأ بـا لبـصـرـة ، فـدرج فـى عـش الأدب و شب فى ربوع الـفصاحة، و أخذ أبوه يروّيه الشعر و يعلمه القريض حتى تفتقت عنه قريحته ، و انطلق به لسانه ، فقدمه ذات يو م إلى أمير المؤمنين سيدنا على رضى الله تعالى عنه بعد واقعة الجمل مفتخراً بجودة شعره على صـغـره .فـقال له : أقرئه القرآن فهو خير له ، فارتسمت هذه الكلمة فـى ذهن الفرزدق حتى كبر،فصـمم على حفظ القر آن الكريم ، فقيد نفسه و أقسم ألا يفـك حتى يحفظه ، و برّ بيمينه ، ثم اتصل بولاة المصريين فنالهم بالمدح و الهجاء ، و مدح خلفاء الأمويين با لشام .

وكان الفرزدق معاصراً لجرير و كان بينهما تنافس و تحاسد فما كاد يحتدم الهجاء بين جرير و بين شاعر آخر اسمه البعيث حتى وفـق الـفـرزدق فـى صف البـعيـث وآزره ، فغاظ ذلـك جريراً فهجا الفرزدق ورد عليه هذا ، فاستطار بينهما الهجاء عشر سنين .

و كـان الـفـرزدق فـاجـراً ، فـاحــش النطق ، خبيث الهجاء ، ضـعيف الـديـن، قاذفاً للمحصنات ، يأوى إلـى ركن شديد من شرف حسبـه ، و كـرم نسبـه ، فاستعان بكل رذائله و فضائله على جرير فما هزمه و لا أسقطه .

توفى الفرزدق سنة ١١٠هـ.

فرزدق:

ابوفراس ہمام بن غالب تمیمی بصرہ میں پیدا ہوا ،اور بصرہ ہی میں پروان چڑھا، ادب وفصاحت کے ماحول میں اس کی پرورش ہوئی ،اس کے باپ نے اسے اشعار پڑھائے اور شاعری سکھائی، یہاں تک کہ اس کو شعروشاعری سے انس ہوگئی۔

جنگ جمل کے بعد بچپن میں ایک دن اس کا والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت عمدہ شاعری پر اظہار فخر کے لئے لے گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے باپ سے کہا: "**أقرئه القرآن فهو خير له** "اس بچے کہ قرآن کریم پڑھاؤ یہ اس کے لئے شاعری سے بہتر ہے۔ یہ بات فرزدق کے دل میں گھر کر گئی حتی کہ یہ بڑا ہوا اور اس نے حفظ قرآن کریم کا پختہ ارادہ کرلیا اور اپنے آپ کو بیڑیوں میں مقید کرلیا اور قسم کھالی کہ قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد کھولے گا چنانچہ اس نے اپنی قسم سچی کر دکھائی اور اس نے حفظ کرلیا۔

اس کے بعد فرزدق کوفہ و بصرہ کے حاکموں کے پاس چلا گیا اور وہاں کبھی ان کی مدح میں اشعار کہتا اور کبھی ان کی ہجو کرتا۔ جس کے نتیجہ میں وہ حکمراں کبھی اس کو اپنا مقرب بنالیتے اور کبھی راندۂ درگاہ کردیتے۔ ملک شام میں اس نے خلفاء بنی امیہ کی مدح سرائی کی بالخصوص عبدالملک کی اور انھوں نے اس کو انعام واکرم سے نوازے۔ لیکن چونکہ یہ آل علی کی حمایت میں تھا اس لئے ان میں کامیابی حاصل نہ کرسکا۔

فرزدق جریر کا ہم عصر تھا اور ان دونوں کے آپس میں مقابلے، باہمی کشمکش، حسد اور معاصرانہ چپقلش تھی، جریر اور بعیث شاعر کے درمیان ہجو گوئی میں مقابلہ ہورہا تھا کہ فرزدق بعیث کی صف میں آ کھڑا ہوا اور اس کی مدد کرنے لگا، جریر اس حرکت سے برہم ہوگیا اور اس نے فرزدق کی ہجو کہہ ڈالی ،فرزدق نے بھی اس کا جواب دیا اور پھر ان کی اس ہجو گوئی کا سلسلہ دس سال تک چلتا رہے، اس کے نتیجہ میں دونوں کے ذہن کھل گئے اور زبانیں تیز ہو گئیں، ان کی برجستہ گوئی، مناظرہ اور صحت نظر کی قوت بڑھ گئی۔ عوام ان دو شاعروں کے

معاملہ میں دوحصہ میں بٹ گئے اور ہر ایک نے اپنے اپنے شاعر کی خوب حمایت کی۔فرزدق کے حامیوں میں سے ایک شخص نے چار ہزار درہم اور ایک گھوڑا اس شخص کے لئے انعام مقرر کر دیا جو اس کے شاعر کو جریر پر ترجیح دے۔فرزدق بدکار، فحش کلام، عریاں ہجو گوئی دینداری میں کمزور اور پاکباز عورتوں پر تہمت لگانے والا شاعر تھا۔لیکن اس کے باوجود اولاد علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مدافعت میں اسکے کچھ قابل تعریف کارنامے ہیں جن سے اس کے اخلاص وجرأت کا پتہ چلتا ہے، مثال کے طور پر حج میں ہشام بن عبدالملک سے اسکی ملاقات کا واقعہ۔جب ہشام نے علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں میں مقبول وباعزت دیکھ کر حقارت آمیز تجاہلانہ انداز میں لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو فرزدق کو یہ سوال سن کر بہت دکھ ہوا اس نے اس کے جواب میں ایک قصیدہ کہا جس کا مطلع ہے ؎

هذا الذی تعرف البطحاء وطأته والبیت یعرفه والحل والحـــرم

یہ وہ ہستی ہے کہ سرزمین بطحاء جس کے قدموں کی آواز کو پہچانتی ہے خانہ کعبہ، حل اور حرم سبھی مقامات اس کو جانتے ہیں۔

فرزدق کی شاعری میں فخریہ عنصر غالب ہے اور فخریہ کلام پرشوکت الفاظ، شاندار اسالیب، غریب کلمات، نیز عربوں کے مشہور واقعات وانساب کا ذکر اور خانہ بدوشوں کے طرز اداء کی پیروی چاہتا ہے چنانچہ یہی عناصر ہیں جن کی وجہ سے فرزدق کی شاعری کو راویوں نے پسند کیا اور نحویوں نے اسے ترجیح دیا اور کہا کہ اگر فرزدق کی شاعری نہ ہوتی تو عربی زبان کا تہائی حصہ تلف ہو جاتا۔اس کے باوجود فرزدق کو خود اپنی شاعری کی درشتی سے تکلیف ہوتی تھی وہ چاہتا تھا کہ اسے جریر کی رقت ونزاکت مل جائے کیونکہ وہ فحش کار ہے اور جریر کو اس کی درشتی مل جائے کیونکہ وہ پاکباز ہے۔اس کے بارے میں اخطل کہتا ہے کہ فرزدق چٹان میں سے شعر تراشتا ہے اور جریر دریا سے چلّو بھر کر نکالتا ہے۔

فرزدق نے ۱۱۰ھ میں تقریباً ایکسو برس کی عمر پاکر بصرہ میں انتقال کیا۔

منتخبات

يمدح عمر بن عبد العزيز:

زارتْ سُكَـينـــةُ أطلا حاً أنا خ بهم
شفاعة النوم للـــعـــــينين و السَّهَرُ
كأنما مُوّتوا بالأمس إذْ وَقَـــعـــوا
و قد بدتْ جُـــــددٌ ألوانـــها شُهُرُ
و قد يهيج على الشوق ،الذى بعثت
أقرانه ، لائحات الـــبـرق و الذكر
و ساقنا من قساً يزجى ركـــــا ئبنا
إليک منتجع الحاجات والـــقـدر
و جا ئحات ثلاث ما تـــركـــن لنا
مالاً به بعدهـــــن الغـيـــث يُنتظر
ثنتان لم تتركا لحماً ، و حا طـــمة
بالعظم حمراء حتق أجتيحت الغـرر
فقلت، كيف بأهلى حين عضَّ بـــهم
عام له كل مال مـــعـــنـــق جزر
عام أتى قبله عامـــــــان ما تركا
مالاً و لا بلَّ عوداً فـــيـــهما مطر
تقول لما رأتنى ، وهُىَ طـــيّـــبة

على الفراش و مهنا الدلّ والخـــفر

كأنـــــنى طالب قـــــوماً بجائحة

كضربة الفتك لا تـــبقى و لا تذر

أصدر همومك لا يقتلك واردها،

فكل واردة يوماً لـــهـــــا صدر

لما تفرّق بى همى جـــمـــعت له

صريمة لم يكن في عـــزمـــها خور

فقلت: ما هو إلا الـــشـــام تر كبه

كأنما الموت في أجـــنـــاده البغر

أوأن تزور تـــمـــيـــماً في منازلها

بمرو، وهي مخوف ، د ونـــهاالغرر

أو تعطف العيس صعراً في أزمـــتها

الى ابن ليلىإذا أبزوزى بك السفر

فعجتها قبل الأخـــيـــار مـــنـــزلة

و الطيّبي كل ما التـــاثَـــثْ به الأزُرُ

قرّبت محفلة أقحاد أســـنـــمـــها

وهن من نعم ابنى داعـــــر ســـررُ

مثل النعائم يز جينا تنـــقّـــــلها

إلـــى ابن ليلي بنا، التهجير والبكرُ

خو صا حراجـيج ما تدري أما نقبت

أشكى إليها إذا راحـــــت أم الدّبر

إذا تروّح عنها الـــبـــــرد حلّ بها،
حيث التقى بأعالى الأســهب العكر
بحيث مات هجير الحمض واختلت
لصاف حول صدى حــسان والحفر
إذا رجا الركب تعريساًذكــرت لهم
غيثاً يكون على الأيـــــــدى له درر
وكيف ترجون تــغـــميضاً و أهلكم
بحيث تلحس عـــــن أولادها البقر
ملقون با للبب الأقـــصى ، مقابلهم
عطفا قساً، و براقٌ ســـهـــــلة عفر
و أقرب الريف منهم سير مـــنجذب
بالقوم سبع ليالٍ ريفهم هـــجـــــر
سيروا فإن ابن ليلى من أمامـــــكم
و با دره فان العرف مـــبـــتـــذر
و بادروا بابن ليلى الـــــموت إن له
كفين ما فيهما بخأٌ و لا حـــصـــــر
أليس مروانُ والـــفـــاروق قد رفعا
كفيه ، والعود ماء العرق يـــعـــتصر
ماا هتز عود له عرقان مـــثـــــلهما
إذا تروّح فى جرثـــومـــه الشجرُ
ألفيت قومک لم يترک لأثـــلتـــهم

ظلٌّ،و عنها لحاء الساق يـــقـــتشر

فأعقب الله ظلاً فـــوقـــــه ورق

منها بكفيک فيه الريش والـــثـمر

وما أعـــيد لهم حتى أعاد الله نعمتهم

إذ هم قريـــــش و إذ ما مثلهم بشر

وهو إذا حلفوا با لله مـــقـــــسمهم

يقول:لا والذى من فـــضـــــله عمر

على قريش إذا احـــتـلت و عض بها

دهر ، و أنـــيـــاب أيام لـــهـــا أثر

وما أصابت من الأيام جائـــحـــــة

للأصل إلا و إن جلت ســـتـــجتبر

و قد حمدت بأخلاق خـــبـــرت بها

و إنما، يا ابن ليلي ، يحـــمد الخبر

سخاوة من ندى مروان أعـــرفـــها

والطعن للخيل فى أكـــتـــافها زور

و نا ئل لابن ليلى لو تـــضـــمـــنه

سيل الفرات لأمسى وهو مـــحـتقر

و كان آل أبى العاصى إذا غـــضبوا

لا ينقضون إذا ما اســـتـحصد المرر

يأبى لهم طول أيديـــــهِم و أن لـــهم

مجد الرهان إذا ما أعظم الـــخـــطر

إن عا قبوا فالمنايا من عـــقـــو بتهم
وإن عفوا فذوو الأحـــلام إن قـدروا
لا يستثيبون نعماهم إذا ســلـــــفت
و ليس فى فـــضـــلهم من ولا كدر
كم فرّق الله من كـــيـــــد و جمعه
بهم ، و أطـــفـــأ مـــن نار لها شرر
و لن يزال إمام مـــنـــــــهم ملك
إليه يشخص فوق المـــنـــبر البصر
و الطيب يزداد طيباً أن يـــكـــون به
و ان تـــــدعه تدعـــــه غير متفال

يمدح عمر بن عبد العزيز وهو بمكة:

لأسماء ، إذ أهلى لأهلك جيرة،
و إذ كل موعودٍ لها أنـــت آمله
تسُوفُ خزامىالمِيثِ،كل عشية
بأزهر كـالديـــــنار حُوّ مكاحله
لهانفـسٌ بعد الكرى منرُقادها،
كأن فغـام المسك بالليل شامله
فإن تسـألـــيني كيف نو مى فإننى

أرىالـهمّ أجفانى عن النوم داخلهُ

و قو م أبـــوهـــــم غالب أنا مالهم

و عام تمشّي با لـــفـــراء أراملـه

و مجد أذود الناس أن يـلحقوا به،

و ما أحد أو يبلغ الشـــمـــس نائله

أنا الخند فيّ الحنظلى الـــذى به،

إذا جمعت ركبان جمع مـــنـازله

على الناس مالا يدفعـون خراجـــه

وقرُم يدقّ الهام والـــصخر بازله

أرى كل قوم ودّ أكرمـــهـــم أبا

إذا ما انتمى ، لو كان منا أوائـــله

فخرنا ، فصدَّقنا،على الناس كلهم

وشر مساعى الناسوالفخر با طله

ألمَّا يُنِلُ للـــنـــــاس أن يتبيَّنوا،

فيزجر غاوٍ أو يرى الـحـــق عاقله

و كل أناس يغضبون عـــلى الذى

لهم، غيرنا،إذ يجعل الـخير جاعله

إليک ابنَ ليلى يا ابـن تجـــوَّزت

فلاة وادياً دفـــــانا مـــنـــا هلُه

تجيل دلاء القوم فيه غـــشـــاء هُ

إجالة حمّ المـــســتـــذيبة جامله

لها صاحبا فقر عليها ، و صـــادع
بها البيد عادى ضحوك ، مناقله
تريد مع الحج ابن ليلى ، كلاهما
لصاحبه خير ترجـــــى فواضله
زيارة بيت الله وابن خـــلـــيـفة
تحلب كفاه الـــنـــــدى و أنامله
و كان بمصر اثنان ما خـاف أهلها
عدواً ، ولا جدبا تخاف هـــزايله
لدن جاوز الـــنـــيل قد ساء ظنُّهم
به واطمأنت بعد فـيـض سواحلُه
أرى الناس إذ خلى ابن لـيلى مكان
يطوفون للغيث الذى مـات وابله
كما طاف أيـتـــــــام بأم حفية
هم و أبٍ قد فارقـتـــهم شمايله
فقل لليتامى والأرامـــــل والذى
تريد به أرض ابن ليلى رواحـــله
يؤمُّ ابن ليلى خائـــفـــاً من ورائه
و يأمل من تُرجى لديه نوافـــــله
فإن لهم منه وفاء رهـيـــنـــة
بأخلاقه الجُلّى تـــفـيـض جداوله
أغر نمى الفاروق كـــفـيـه للعُلى

وآل أبى العاصى ، طوال محامــله
أراد ابن عشر أن ينال التى غـــل
علىالشيب من مجد تسامى أطاوله
فورِّع توريع الجـــــيـــــاد عنانه
فما جـا ء حتى ساورالشمس قابله
ألم تر أنّ الـــنـــــــيل نضّب ماؤه
و مات النّدى بعد ابن ليلى وفاعله
و مرُ تهِنٍ بالموت غـــــالٍ فداؤه
تسنى عنه يا أبن لـيلى سلاســـــله
و ما ضمنت مثل ابن ليلى ضـريحة
و ماكان حيٍّ ، وهو حـــىٌّ ، يعادله

يمدح الإمام زين العابدين على بن الحسين بن على بن أبى طالب:

هذا الذى تعرف البطحاء و طُأته،
و البيت يعرفه و الحــل و الحرم
هذا ابن خير عباد الله كـــــلهم
هذاالتقىالنقى النقى الطاهرالعلم
هذا ابن فا طمــةٍ إن كنت جاهله
بجده أنـــبـــــياء الله قد ختموا
و ليس قولک:من هذا ؟ بضائره
العرب تعرف من أنكرت والعجم
كلتا يديه غياث عم نـــفـــعهما
يستو كفان ، ولا يعروهما عـــدم
سهل الخليقة ، لا تخشى بـوارده
يزينه اثنان :حسن الخلق والشيم
حمّال أثال أقـــوام ، اذا افتدحوا
حُلو الشــمائل تحلوا عنده نعم
ماقال : لا قـــط ، الا فى تشهده
لو لا التشهد كـــانت لاء ه نعـم
عم البرية با لإحسان ، فا نقشعت
عنها الغياهب والإملاق والــعدم

إذا رأته قريـــــــش قال قائـــلها
الى مكارم هذا يـــنـــتـــهى الكرَمُ
يغضى حياءً و يغضى من مـــها بته
فما يكلم إلا حين يـــــبـــــتـسم
بكفه خيز ران ريـــــــــحه عبِقٌ
من كف أورع فى عرنـــينـــه شمم
يكاد يـــمـــــسكه عر فان راحته
ركن الحطيم إذا مـــا جا ء يستلِم
أللله شرّفه قدماً ، و عـــــظّـــــمه
جرى بذاک له فى لو حه الـــقلم
أىُّ الخلائق ليست فى رقابـــــهم
لأوَّلية هـــــــــــذا ، أو له نـعم
من يشكر الله يـــــشـكر أوَّلِيَّة ذَا
فا لدين من بيت هذا ضـــاله الأمم
ينمى إلى ذروة الدين التى قصرت
عنها الأكف ، وعن إدراكها القدم
من جده دان فضل الأنـــبـــياء له
و فضل أمته دانـــــــــت له الأمم
مشتقَّة من رسول الله نـــبـــــعته
طابت مغارسه والخيم والشـــيم
ينشق ثَوب الدُّجى عن نـور غرته

كالشمس تنجاب عن إشراقها الظلم

من معشر حبّهم دين ، و بغضهـــم

كفر ، قربهم منجىً و مـــــعتصم

مقدّم بعد ذكـــــــر الله ذكرهم

فى كل بدْءٍ و مختـــوم به الكلم

إن عدّ أهل التّقى كانوا أئـــــمتهم

أوقيل:"من خير أهل الأرض؟"قيل:هم

لا يـــســـتـطيع جواد بعد جودهم

ولا يدا نـــيـــهم قوم، و إن كرُمُوا

هم الغيوث ، إذا مـــا أزُ مةٌ أزمت

والأُسُدأسدالشرى،والبأس محتدم

لا ينقض العسر بسطـا من أكُفهم

سيَّان ذلک : إن أثرواو إن عدِموا

يستدُفِع الشر والبلُوى بـــحبهم

و يستربُّ به الإحـــــسان والنِّعمُ

وأطلس عسال ، و ماكان صاحباً:

وأطلس عسال ، و ماكان صاحباً
دعوت بـــنـــــارى موهناً فأتانى
فلما دنا قلت:أدن دونـك ، إننى
و إياك فى زادى لـــمـــشتركان
فبت أسوى الزاد بـــيـــــنى و بينه
على ضوء نارٍ ، مـــــــرة و دخان
فقلت له لما تكشر ضاحـــــــكا
و قائم سيفى من يدى بـــــمكـان
تعش فإن واثقتنى لا تـــــخـــونـنى
نكن مثل من يا ذِئْب يـصطـحبان
وأنت امرؤ،يا ذئـب،والغدر كنتما
أخيين ، كانا أرضـــعا بـلـــــبان
و لو غيرنا نبّهت تلتمس الـــقرى
أتاك بـــســـهـم أوشـــباة سنان
و كل رفيقى كل رحـل، و إن هما
تعاطى القنا قوما هـــمـــا أخـــوان
فهل يرجعنَّ الله نفسا تـــشـبعت
على أثر الـغـــــــادين كل مكان

فأصبحت لا أدرى أأتـــبـــع ظاعنا
أم الشوق منى للـــــمـــقيم دعانى
و ما منهما إلا تولّى بـــــشـــــــقة
من القلب ، فالـعـــيـــنان تبتدران
ولو سُئلت عـــنـــى النوار وقومها
إذاً لم توار الناجـــــــــذَالشَّفتان
لعمرى لقد رققتنى قـــبـــــل رقتى
و أشعلت فى الشيب قبل زمـــانى
و أمضت عرضى فى الحياة وشِنتِه
و أو قـــــــدت لى ناراً بكل مكان
فلولا عقابـــــيـــل الفؤادالذى به،
لقد خرجت ثـــنـــــتان تزدحمان
ولكن نسيباً لا يزال يـــــســـــلنى
إليک كأنى مـغـــــلـــــق برهان
سواءٌ قرين السوء فى سرع البلى
على المرء ، والعصران يَـــختلفان
تميم، إذا تـــــمـــــت عليم ، رأيتها
كليل و بحر حين يـــلـــــتـــقيان
هو دو ن من أخشى و إنى لدونـهم
إذا نبح العاوى ، يدى و لســـانى
فلا أنا مختار الحياة علـــــــيهم

وهم لن يبيعونى لفضل رهـــانـى

متى يقذفونى فى فم الشر يكفيهم

إذا أسلم الحامى الذّمار مكانـــى

فلا لامُرئٌ بى حين يـــسند قومه

إلىَّ، ولا با لأكـــثـــر ين يدان

و إنا لترعى الوحش آمـــنـــة بنا

و يرهبنا ، أن نغضب الثـــقـــلان

فضلنا بثنتين المعاشر كـــلـــهم

بأعظم أحـــــلام لـــنـــا وجفان

جبال إذا شدوا الحبى من ورائهم

و جنٌ إذا طاروا بـــكـــل عنان

وخرق كفرج الغول يخرس ركبه

مـــــخـــافة أعداءٍ و هول جنان

قطعت بـــخـــرقاء اليدين كأنها

إذا اضطرب النـــسعان ،شاة ارَانِ

وما ءُ سدى من آخر الليل أرزمت

لعرفـــانـــــــه من آجن و دفانِ

و دار حفاظ قد حـــــللنا وغيرها

أحب إلى الـــتـــــرعيَّة الشنآن

نزلنا بها ، و الثغريُـخشى انحراقه

بشعث على شعث وكل حـــصان

فعن من نحامى بـــعد كل مدُ جج
كريم وغرّاء الجـــبـــيـــن حصان
حرائر أحص البنين و أحـــصنت
حجورً لها أدت لكل هـــجـــان
تصعَّدُن فى فرعى تميم إلى العـلى
كبيض أداح عاتـــــق وعـــوان
ومنا الذى سلّ السيوف و شا مـها
عشية باب الـــقـــصر من فرغان
عشية لم تمنع بـــنـــيـــها قبيلة
بعز عـــــراقـــــى ولا بيَمان
عـــــشـــيـة ما ودَّ ابن غراء أنه
له من ســـــوانا إذ دعـــا أبوان
عـــــشـــــية ود الناس أنهم لنا
عبيدٌ إذ الجـــمـــعان يضطربان
عشية لم تستر هـــــــوازن عامر
ولا غـــــطـفان عورة ابن دخان
رأو ا جبلاً دقّ الجبال ، اذا التقت
رؤوس كـــبِـــــيُرَ يُهِنَّ ينتَطِحَان
رجالاً عن الإسلام إذ جـاء جالدوا
ذوى النكث حتى أودحـوا بهوان
و حتىَّ سعى في سور كل مـــدينة

مناد ينادى ، فـــوقـــــها بأذان
سـيجزى وكيعاً بالجماعة إذ دعا
إلـــيـــــها بسيف صارم و سنان
خبير بأعمـال الرجال كما جزى
ببدر و بالـــيـرموك فَيُ ءَ جنان
لعمرى لنعم القوم قومى ، إذا دعا
أخوهم على جُـــلّ من الحدثان
إذا رفدوا لـــم يبلغ الناس رفدهم
لضيف عـــبـــيط أو لضيف طعان
فإن تـــبـــلهم عنى تجدُنى عليهم
كـــعـــــزة أبـــناء لـــهم و بنان

و كو م تنعم الأضياف عيناً :

و كو م تنعم الأضياف عـيناً تصبح في مباركها ثـــقالاً
حواسات العشاء خبَعُثـنات إذا النكباء راوحت الشمالا
كأن فصالها حبش جـعـادٌ تخال على مباركها جـفالا
لأكلف أمه دهماء مـنـــها كأن عليه من جلد جـــلال
أرقت ، فلم أنم ليلاً طـويلاً أراقب هلأرى النسرين زالا
فأرَّقنى نوايـــب من هموم على و لم يكن أمـرى عيالا
وكان قرىالهموم إذااعترتنى زماعـــاً لا أريد به بدالا
فعاذلت المسالك نصف حول و حـــولاً بعده حتى أحالا
فقال لى الذى يـعنيه شأنى نصيحة قوله ســـراً و قالا
عليک بنى أمية،فاستجرهـم وخذُ منهم لماتخشى حبـالا
فإن بـــنى أمـية فى قريش بَنوا لـبيوتهم عمدا طوالا
فروَّحت القلوص إلـى سعيد إذا ما الشاة فىالأرطاة قالا
تخطى الحر الـرجلاء ليـلاً و تقطع في مـخارمها نعالا
حلفت بمن أتى كنفى حـراءٍ و من وافى بـحـجته إلالا
إذارفعواسمعت السماء له فقامت وسخّر لابن داوُد الشمـالا
ومن نجَّى منالغمرات نوحاً وأرسى فى مواضعهاالجبالا
لئن عافيتنى ونظرت حلمى لأعتَنِنَنْ إنِ الحَـــدَثَان آلا
إليک فررت منک ومن زياد ولم أحسب دمى لكماحلالا

ولكنى هجوت وقد هجتنـى معاشرقدرضخت لهم سجـالا
فإن يكن الهجاء أحل قتلى فقد قلنا لــشاعرهم، و قالا
وإن تـك فىالهجاءتريد قتلى فلم تدرك لمــنتصر مقالا
ترىالشُمّالجحاجح من قريش إذاماالأمرفى الحدثان عالا
بنى عمالرسولورهط عـمرو و عثمان الذين علو ا فعـالا
قياماً ينظرون إلى سعــيـد كأنهم يرون به هــــــلالا

ضروبٍ للقوانس غير هـدٍّ
إذا خطرت مسوَّمة رِعَــالا

أبى تمام

حياته:

ولـد ونشـأ حبيـب بـن أوس الـطـائـى الـمعروف بـــ"أبى تـمـام"بـقـرية يقال لها "جاسم" من أعمال دمشق ، ثم انتقل أبوه إلى دمشق يحترف الحياكة وهو معه فى خدمته ، فلما ترعرع غادرها إلى مـصـر فكان يسقى الماء بجامع عمر و يستقى من أدب علمائه ، و لم بـزل يـحـفـظ الأشعار و يحاكى الشعرفيصادفه التوفيق مرة و يخطئه أخـرى، حتى بلغ من الشعر مبلغاً لم يزاحمه فيه أحد من أهل عصره . و قـد سار به شعره إلـى أسـواق الأدب فـى أنحاء البلاد ، فغادر مصر يغشى منازل الكرماء و يتفيأ ظل النعمة .

كـان أبـو تـمـام أسمر اللون طويل القامة فصيحاً حلو الكلام فيـه تـمتـعة يسيـرة، و كان ذكى الطبع حا ضر البديهة قوى الذاكرَة، قيل : إنــه كــان يـحـفـظ أربـعة عشــر ألف أرجـوزة غيـر القصـائد والمقطوعات ، و كتابا الحماسة وفحول الشعراء ناطقان بذلك ، و يـدل عـلـى فـطـنتـه و سر عة خا طره أنه لما أنشد أحمد بن المعتصم قصيدته السينيةالتى يقول فى مطلعها:

مافى وقوفک ساعة من باس تقضى ذمام الأربـع الأدراس

ووصل الى قوله فيها :

إقدام عمرو فى سماحة حاتم فى حلم أحنف فى ذكاءاياس

قال أبو يوسف الكندى الفيلسوف وكان حا ضراً : "الأمير فوق من وصفت".

كان أبو تمام رأس الطبقة الثانية من المولدين . جمع بين معانى المتقدمين والمتأخرين ، و ظهر والحضارة راقية ، و العلوم مترجمة ، فحصف عقله و لطف خياله بالاطلاع عليها ، واستنبط من ذلک طريقته التى آثر فيها تجويد المعنى على تسهيل العبارة ، فكان أول من أكثر من الاستدلال با لأدلة العقلية و الكنايات الحخفية و لو أفضى ذلک الى التعقيد.

قال محمد بن عبد الملک الزيات و قد مدحه بقصيدة شاعرة : " ياأبا تمام إنک لتُحَلى شعرک من جواهرلفظک و بد يع معانيک ما يزيد حسناً على بَهيّ الجواهر فى أجياد الكواعب، و ما يدخر لک شيء من جزيل المكا فأة و يقصر عن شعرک فى الموازاة"

و قد جمع شعره فى ديوان طبع مراراً و له غيره كتابا الحماسة و فحول الشعراء جمع فيهما عيون الشعر و غرر ه فى الجاهلية و الإ سلام.

ابوتمام:

حبیب بن اوس طائی دمشق کے مضافات میں جاسم نامی ایک گاؤں میں ۱۸۸ھ میں پیدا ہوا۔اپنے باپ کے ساتھ دمشق منتقل ہوگیا اوران کے پیشے میں ان کا ہاتھ بٹاتا رہا پھر جب یہ جوان ہوا تو مصر آ گیا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد میں پانی بھرنے کا کام کرنے لگا اور علماء ادب کی مجالس میں بیٹھنے لگا اور مسلسل اشعار یاد کرتا اور شعراء کی نقلیں اتارتا جس میں کبھی کامیاب ہو جاتا اور کبھی غلطی کر بیٹھتا، بعد میں ایک وقت وہ آیا کہ شاعری کے اس بلند مقام پر پہنچ گیا جہاں اس کے زمانہ میں کوئی اور نہ پہنچ سکا۔

ابوتمام گندمی رنگ کا طویل القامت، فصیح اور شیریں کلام شخص تھا، گفتگو کرنے میں وہ تھوڑا ہکلاتا تھا، نہایت ذہین، حاضر دماغ، برجستہ گو اور قوی الحافظہ تھا، روایت کیا جاتا ہے کہ اس کو قصائد وقطعات کے علاوہ چودہ ہزار ارجوزے یاد تھے، اس کی دو کتابیں بہت مشہور ہیں ''الحماسہ'' اور فحول الشعراء''۔ یہ دونوں تالیفات اس کی بالغ نظری اور ادبی مہارت کی شاہد ہیں۔

ابوتمام کی شاعری نے دنیائے ادب میں ہر طرف دھوم مچادی، انعام واکرم حاصل کرنے کی غرض سے وہ مصر چھوڑ کر مشہور اور معزز لوگوں کی خدمت میں جا کر ان سے انعام واکرام حاصل کرتا رہا بعد ازاں ابوتمام احمد بن معتصم کے پاس گیا اور اس کی مدح میں قصیدہ کہا اس نے بطور انعام کے موصل کا ڈاکخانہ اس کی تحویل میں دیدیا، وہ صرف دو سال اس کا سرپرست رہا۔

ابوتمام مولدین کے دوسرے طبقہ کے شعراء کا سردار ہے، اس نے متقدمین اور متاخرین کے معانی اپنی شاعری میں جمع کر دئے تھے، اس نے اپنے لئے ایک جداگانہ اسلوب وضع کیا جس میں اس نے آسان عبارت پر معنی کی عمدگی کو ترجیح دی،

یہ سب سے پہلا شاعر ہے جس نے عقلی دلائل سے بہت زیادہ استدلال کیا، وہ مخفی کنایات استعمال کرتا تھا اگر چہ اس کی وجہ سے کہیں کہیں تعقید بھی پیدا ہوگئی ہے جب اس نے دیکھا کہ اس کے کلام میں سلاست الفاظ کا فقدان پیدا ہو گیا ہے تو اس نے اپنی اس کمی کو تجنیس مطابقت اور استعارہ سے پر کرنے کی کوشش کی کہ کہیں اسے خوش اسلوبی سے نبھایا اور کہیں بات نہ بن سکی تو یہ عیوب بدر کامل میں جھائیوں کی طرح نمودار ہو گئے۔اس کے باوجود اس کا خامیوں سے پاک کلام اس قدر زیادہ ہیں کہ نہ تو اس سے پہلے کے کسی شاعر کا ہے اور نہ بعد میں آنے والوں میں سے کوئی اس کے ہم پلہ ہے۔

اس کی شاعری کے متعلق فیصلہ کرنے میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔کچھ لوگوں نے اس کو اگلے پچھلے تمام شعراء سے بڑھا دیا ہے اور کچھ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اس کی خوبیوں کو چھوڑ کر صرف اس کی خامیوں کو ہوا دی۔لیکن اس کے مداحوں کا پلڑا بھاری ہے بڑے بڑے امیروں سے اس کو جو احترام ملا اس کے مخالفین بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔

ابو تمام تقریباً چالیس ہی برس کا ہوا تھا کہ ۲۳۱ھ میں اس کی وفات ہو گئی۔

منتخبات

و قال يمدح أبا الحسن محمد بن عبد الملك بن صالح الهاشمي:

إن بكاء فى الربـــــع من آربه
فشايعاً مغرماً على طـــــــر به
ما سجسج الشوق مثل جاحمه
ولا صريح الهوى كمؤ تـــشبه
جيدت بدانى الأكناف ساحتها
نائىالمدى واكف الجدا سر به
مزُن إذا ما استطار بأرقـــــــه
أعطى البلاد الأمان من كـذبه
ترجع حراً التلاع مـــتـــرعة
رياويثنى الزمان عن نـــــــوبه
متى يضف بلدة فـــقد قربت
بمستهلِّ الشؤبوب مـــنكسبه
لا تسلب الأرض بعد فـــرقته
عهد متا بـــيـــــعه ولا سلبه
مزمجر المنكبين صـــهـصلق

يطرق أزل الزمان من صــخبة

غارت صدوع الفلا به فلـــقد

صح أديـــــم الفضاء من جلبه

قد جلبتهالجنوب فالدين والدنـ

يـــا و صافى الحياة من جلـــبه

و حر شته الدبور واجـــــتنبت

ريح القبول الـــهبوب من رهبة

و تاركت وجهه الـــشمال فقل

لا فى نزور الندى ولا حـــــقبه

د ع عنک هذاإذاانتقلتالى الـ

مـــــدح و شب سهله فمقتضبه

إنى لـــــــذو ميسم يلوح على

صعود هذا الـــكـــلام أو صببه

لست من العيس أو أكـــــلّفها

وخدايداوى المريض من وصبه

للـمصطفى مـحتدا أبى الحسن

انصعنانصياعالـكدرىّ فى قربه

ترمـــــــى بأشباحنا إلى ملک

نأخذ من مـــــــــاله و من أدبه

نجم النبى صالح وهم أنجم العا

لم من عـــــجـــمه و من عر به

رهط النبى الذى تـقطع أسباب

البرايا غدا سوى ســـبـــــبه

مهذب قدت النبوة والإ ســـلام

قد الـــشـراک من نـــــسـبه

له جلال إذا تـــــــســـــــربله

أكسبه البأر غير مـــكـــتـسبه

والحظ يـــعـــطـاه غير طالبه

و يحرز الدر غير مـــجـــتلبه

كم أعطبت راحتاه من نـــشب

سلامة المـــعـــتقين فى عطبه

أى مداو للـــــمـــــحل نائله

وهانيءٍ للـــــزمان من جر به

مشمّر ما يكل فـــى طلب العلـ

يا و الحا ســـــــدون فى طلبه

أعلاهم دونه وأســـبـــــــقهم

إلى الندى واطيءُ على عـــقبه

بزيج قوم والجودوالحق والـ

حاجات منشدودة إلى طـــنبه

وهل يبالى اقضاض مـــضجعه

من راحة المكرمات فى تـــعبه

تلک بنات المخاض راتـــعةً

والعود فى كوره و فى قـــتـــبه

من ذا كعبًّا ســـه إذا اصطكت

الأحـــساب أم من كعبد مطلبه

هيـــهات أبدى اليقين صفحته

وبان نـــــبع الفخار من غر به

عـــــبد المليک بن صالح بن

على بن قسيم‌النبى فى حسبه

ألبسه المجد لا يـــــــريد به

برداً وصاغ السماح منه وبـــه

لقمان صمتاً وحكمـــــة فاذا

قال لقطنا الياقوت من خـطبه

ان جدّردّالخطوب تدمـى وإن

يلعب فجد العـــطا ء فى لعبه

يتلو رضاه الغنى بأجـــــمعه

و تحذر الحادثات فيغـضبه

تزل عن عر ضه العيوب و قد

تنشب كفّ الغبى فى نـــشبه

تأتيه فراطنا فـــتـــــحكم فى

لُجَينه تارةً و في ذهـبـــــــه

بأى سهم رميت فى نصله الماضى

و فـــــــــى ريشه و في عقبه

لا يمكن الغـدر للصديق و لا
يخطى اسـم ذى وده إلى لقبه
أهدى دبا بـــيجه إليک فتى
أضاف با لمـدح مجتبى كتبه
يأبر غرس الكلام منک فخذ
واجتن من زَهـــوه ومـن رطبه
أما ترى الشكر مـــن ربا ئطه
جاء و سرح المديح من جلبه

وقال يمدح
أبا الحسن محمد بن الهيثم بن شبابة :

سلام الله عـــــدّة رمل خبت — على ابن الهيثم الملک اللباب
ذكرتک ذكرةً جذبت فؤادى — اليک كأنها ذكـرى النصـابى
فلا تغبب مـــحلک كل يوم — من الأنـــواء ألطاف السحـاب
سقت جوداً توالى منک جوداً — وربـعـا غير مجتنب الجـناب
فـشم الجود مشدود الأواخى — و ثم المـجد مضروب القباب
وأخلاق كأن المسک فيـــها — و صفو الراح با لنطف العـذاب
فكم أحييت مـــن ظنّ رفات — بها و عمر ت من أمل خـــراب
يمين محمد بحر خـــــضـم — طموح الموج مجنون العبـاب
يفيض سماحة والمزن مـــكـد — ويقـطع والحسام العضب ناب
فداک أبـا الحسين من الرزايا — ومن داجى حـوادثها الغضاب
حسود قـــصـــــرت كفّاه عنه — وكفک للـــطعان وللضرب

و يحسب ما يـفـــيد بلا عطاء و تعطى ما تـفـيد بلا حساب
و يغدو يســتـــشيب بلا نوال و أنت فقد تـــنـــيل بلا ثواب
ذكرت صـــنيعة لک البستنى أتيت المال والـــنعم الرغاب
تجدد كلما لـــبـــست و تبقى إذاابتذلت وتخلق فىالحجاب
إذا ما ارزت زادت ضـــيـــاءً و تشحب وجنتاها فى النقاب
وليست بالعوان العنس عندى ولاهى منک با لبكر الكعاب
فلا يبعد زمان منک عـــشنا بنصرته ورونقه الـــعـــجاب
كأن العنبر الـــــعـــــدنى فيه وفأرالمسک مفضوض الرضاب
ليالیه ليالى الوصـــــل تمَّت بأيام كأيام الـــشـــــــباب
أقول ببعض ما أسديت عندى وما أطلـــبـــتنى قبل الطلاب
و لو أنى اســـتـطعت لقام عنى بشكرک من مشى فوق التراب
إذن شكرتک مذحج حيث كانت بنو ديا نها وبنو الضـــبـــاب
وجئتک فى قضاعة قد أطاقت بركنى عامر و بنى جـــنـــاب
و لااستنجدت حنظلة وعمر اً و لم أعـــــدل بسعد والرباب
ولا استردفت من قيس ذراها بنى بدر و صـــيـد بنى كلاب
و لا احتفلت ربـيعة لى جميعاً بأيام كـــــأيـــام الـــكـــلاب
فأشفى من صميم الشكر نفسى و ترک الـــشكر أثقل للرقاب
إليک أثرت من تحت التراقى قوافى تـــستدر بلا عـصـاب
هى القرطات فى الأذان تـبقى بقاء الوحى فى الصم الصلاب
عراض الجاه تجزع كـل وادٍ مكرمة و تـــفـــــتح كل باب
مضمنة كلال الركـــــب تغنى غناء الزاد عنهم والركـــــاب
إذا عارضتها فى يوم فـــــخـر مسحت خدود سابقة عـــراب
تصير بها وهاد الأرض هـضبا وأعلاما و تثلم فى الروابـــــى
كتبت ولو قدرت هوى وشوقا إليک لكنت سطراًفى الكتاب

احمدالشوقى

حياته:

ولـد و نشـأ أحمد شوقى بالقاهرة ، أما أصله فقد سمع أباه "يرده إلى الأكـراد يا لعر ب و يقول : إن والـده قـدم هـذه الـديار يا فعاً يحمل وصاة من أحـمد با شا الجزار الى والى مصر محمد على با شا الجزار فأدخله فى معيته ، و ظـل يتـقلب فى الـمـنـا صـب الـسـامية حتـى أقـا مـه سعيد باشا أمينا للجمارک المصرية .

لـقـد كـان أبـوه متـلافـاً فـأهلک ماورث عن أبيه فكفلته فى المهد جدته لأمه و كانت إحدى و صائف القصر فى عهد إسماعيل ، و لـمـا بـلـغ الـرابعة من عمره أدخل فى مكتب الشيخ صالح فى حىّ الـحـنفى ، ثم تلقى بعد ذلک دروسه الابتدائية و الثانوية و تقدم إلى مـدرسة الـحـقوق فى سن با كرة فقضى بها عامين .ثم عدل إلى قسم التـرجـمة الـذى أنشـىء فيهـا فـقـضـى بـه عامين آخرين نال بعدهما شهـادتهما النهائية ، ثم ضمه الخديو تو فيق إلى معيته و أشخصه إلى فـر نسـا عـلـى نـفـقتـه ليـدرس الـحقوق و الآداب فدرس عامين فى (منبليه) وعامين فى باريس .

إن الـنـقـاد يـجـمـعـون على أن شوقى كان تعويضاً عادلاً عن عشرة قرون خلت من تا ريخ العر ب بعد المتنبى لم يظهر فيها شاعر مـوهـو ب يصل ما انقطع من وحى الشعر ، و يجدد ماأندرس من نهج الأدب.

كان أحمد شوقى ينقل شعره عن طبع دقيق ، و حس صادق ، وذوق سليم و روح قوى، فيأتى به مطرد السلك محكم السبك لا يشوبه ضعف و لا تجوز و لا قلق ، وهو كالمتنبى فى أنه تصرف بين الناس فلابس أو لياء هم ، و خالط دهماء هم ، حتى عرف كيف يصف طبائعهم ، و يصور منازعهم وهو مثله فى إرسال البيت النادر، و المثل السائر، و الحكمة العالية، مستخلصا ذلك مما يسوق من معانى المدح أو الوصف أو الرثاء ،دون أن يتوخاه أو يقصد إليه .وهو كذلك مثله فى أن بيته يفيض با لمعنى البعيد المبتكر فيضاناً يغرق فيه الذهن أحياناً فلا يصل إلى قاع و لا يرسى إلى ساحل ، أما معانيه فكثيرها مخلوق و قليلها مطروق، و أما ألفاظه فأنما ط من القول تختلف مادة وصنعا باختلاف المواقف.

كان شوقى محافظ فى دينه و لغته و فنه ، يكثر الترديد لأسماء الأنبياء والخلفاء والكتب المنزلة ، والأماكن المقدسة ، ويؤثر النسج على منوال الفحول من شعراء بنى العباس النظم فى البحور الطويلة ، و قلما ينظم فى الأوزان المستحدثة أو ينوع القافية فى القصيدة على أن هذه المحافظة لم تمنعه من تكميل نقص الشعر العربى .قد جمع شعره فى ديوان يقع فى أربعة أجزاء ، و له غيره فى الشعر كتاب "عظماء الإسلام" و جملة من القصائد للأطفال و الأغانى.

احمد شوقی:

احمد شوقی قاہرہ مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما ہوئی۔ اپنے خاندان اور وطن اصلی کے متعلق انھوں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا کہ وہ پہلے کرد تھے، پھر عرب تھے۔ اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ وہ حالت جوانی میں اس علاقہ میں آئے تھے اور والی مصر محمد علی پاشا کے نام احمد پاشا جزار کا ایک سفارشی خط بھی لائے تھے، جس کی وجہ سے محمد علی پاشا نے ان کو اپنے مصاحبین میں شامل کرلیا تھا۔ وہ مختلف مناصب پر مقرر رہے اور بعد میں مصری محکمہ محصولات کے مہتمم مقرر ہو گئے۔

احمد شوقی کے والد بڑے فضول خرچ تھے انھوں نے جو کچھ اپنے والد سے بطور وراثت کے پایا وہ سب خرچ کر ڈالا چنانچہ ابتدا میں شوقی کی پرورش ان کی دادی یانانی نے کی جو اسماعیل پاشا کے زمانہ میں محل کی ملازمہ تھیں۔ شوقی جب چار برس کے ہوئے تو انہیں حنفی محلّہ کے مدرسہ شیخ صالح میں داخل کرایا گیا، ابتدائی اور ثانوی تعلیم سے فراغت پانے کے بعد چھوٹی عمر ہی میں لا کالج میں داخل ہو گئے، وہاں پر دو سال گذارنے کے بعد اسی کالج میں ایک نئے شعبہ ترجمہ میں منتقل ہو گئے جہاں مزید دو سال گذارے، جن کے بعد ان کو اعلیٰ قابلیت کی ڈگری سے نوازا گیا۔

خدیو توفیق نے انہیں اپنے عملہ میں شامل کرلیا اور اپنے اخراجات پر انہیں قانون وادب کی اعلیٰ تعلیم کے لئے فرانس بھیج دیا، وہاں پر انھوں نے دو سال منپلیہ میں اور دو سال پیرس میں تعلیم حاصل کی۔ پھر واپس آ کر خدیوی عملہ میں اپنے عہدہ پر کار بند ہو گئے۔ اور خدیو عباس ثانی کے زمانہ میں وہ یورپین ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ مقرر ہو گئے۔

پہلی جنگ عظیم میں جب انگریزوں نے اپنی استعماری قوت کے بل بوتہ پر خدیو عباس ثانی کو حکومت مصر کے تخت سے اتار دیا تو ارباب اختیار کے مشورہ سے

ہسپانیہ کے ایک صوبہ برشلونہ میں اقامت اختیار کر لی اور جب تک عالمی امن قیام پذیر نہ ہو گیا مصر واپس نہیں آئے۔

شوقی کے سابق نظام حکومت سے گہرے تعلقات اور خدیو کی مدح میں کہے ہوئے ان کے اشعار شاہی محل سے ان کے رشتہ کو استوار کرنے میں رکاوٹ بن گئے اس لئے شوقی نے اپنے موضوع سخن کو قوم کی حمایت، قومی شعور و احساسات کی ترجمانی اور اسے مصروف جہاد رکھنے کی طرف موڑ دیا جس کی وجہ سے مصر اور تمام عالم عرب اس کے اس احسان کا مداح ہو گیا۔ قوم نے شاہی اوپیرا ہاؤس میں شوقی کے اعزاز میں ایک جشن عام منعقد کیا جس میں جلالۃ الملک فواد الاول کی زیر سرپرستی مصر اور دیگر عربی ممالک کی سربرآوردہ شخصیتوں نے حصہ لیا۔

سارے نقاد اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ شوقی ان دس صدیوں کا نعم البدل ہے جن میں متنبّی کے بعد سے عربی تاریخ میں کوئی موہوبی صلاحتیں رکھنے والا ایسا شاعر پیدا نہیں ہوا ہے جس نے فکروں کے منقطع سلسلہ کو جاری کیا اور ادب میں ایک نئی روح پھونکا ہو۔

شوقی کی شاعری میں روانی کا زور اور بندش کی پختگی پائی جاتی ہے اور وہ ہر قسم کی کمزوری، لغو اور زوائد سے پاک ہے۔ متنبّی کی طرح وہ بھی ہر طبقہ کے لوگوں سے میل جول رکھنے کی وجہ سے ان کی طبیعتوں سے واقف اور ان کے جذبات ومیلانات سے باخبر تھا اور ان کی صحیح ترجمانی کرتا تھا۔ شوقی عمیق معانی اور گہرے مطالب کو نظم کرنے میں بھی متنبّی کی طرح ہے جس میں انسانی ذہن ڈوب جاتا ہے اور اس کو نہ کہیں تہہ ملتی ہے اور نہ ہی ساحل۔

شوقی اپنے دین کا پابند اور اپنی زبان کا محافظ ہے لہذا آپ کو اس کے کلام میں جابجا انبیاء وخلفاء، الہامی کتابوں اور مقامات مقدسہ کا ذکر ملے گا۔

شوقی عہد بنی عباس کے بلند پایہ شعراء کے طرز پر شاعری کرتا ہے اور اپنی شاعری کے لئے طویل بحریں منتخب کرتا ہے، وہ ایک قصیدہ کے قافیہ میں بہت کم تنوع پیدا کرتا ہے، تاہم قدیم اسلوب کی پابندی اس کی راہ میں اس طرح حائل نہ ہوسکی کہ وہ عربی شاعری کی کمی کو پورا کرنے میں ناکام رہتا۔اس سے پہلے عربی شاعری غنائی تھی جسے شاعر اپنی طبیعت سے پیدا کرتا،شوقی نے آکر بیانیہ شاعری کی طرح ڈالی اور وطنیت کے موضوعات پر طویل نظمیں کہیں۔

پھر اپنی توجہ ڈرامائی شاعری کی طرف مبذول کی اور اپنے مشہور ڈراموں کو نظم کیا،شوقی انہیں جدت طرازیوں کی وجہ سے عربی کا باکمال شاعر بن گیا۔

شوقی ۱۹۳۲ء میں اس داری فانی سے کوچ کر گئے۔ان کے انتقال پر شاہی اوپیرا ہاؤس میں وزارت تعلیم اور دیگر ارباب علم وادب نے ایک تعزیتی محفل کا انعقاد کیا جس میں ملک معظم کے نمائندہ اور دیگر عرب ممالک کی سرکردہ شخصیتوں نے شرکت کی۔

منتخبات

غاب بولو نيا :

يا غاب بـــــــولون ولى ذمم عليک ولى عـهود؟
زمن تـــقـــــضى للهوى و لنا بظلک هـل يعود؟
حلم أريد رجـــــــوعه ورجوع أحلامى بعيـد؟
وهب الزمـــــان أعادها هل للشبيبة من يـــعـيد؟
يا غاب بـــــــولون وبى وجد مع الـذكى يزيـــد
خفقت لرؤيتک الضلوع وزلزل الـــقلب العميد
و أراک أقــسى ما عهد ت فما تـــميل و لا تميد
كم يا جماد قـــــساوة كم هكذا أبدا جـحود؟

هلا ذكـــرت زمان كنا والزمان كـــمـا نريد؟
نطُوى إليک دُجى الـليا لى و الدجى عنا يــذود
فنقول عندک ما نـقول و ليس غيرک من يعيد
نطقى هوىً و صـــبابةٌ و حديثها و ترٌ و عــود
نسرى ونسرح فى فضائک والـــرياح بـــه هجود
و الطير أقــعدها الكرى والناس نامـت والوجود
فـنبيت فى الإ يناس يغـــ بـــطـــنابه النجم الوحيد

فى كل ركـــــن وقفة و بكل زاوية قـــعـــود
نسقى و نُسقى والهـوى ما بين أعـــيـــننا وليد
فمن القلوب تـــمـــائمٌ و من الجنوب له مـهود
والغصن يسجد فىالفضا ء و حبذا منه الـــسجود
و النجم يلُحـــظـنا بعـــ يـــن ما تحول ولاتحيد
حتى إذا دعت الـــنوى فتبدد الشمل النضـــيد
بـــتـــنا و مما بـــيـــننا بحر و دو ن البحر بيـد

ليلى بـــــمصر و ليلُها
با لغرب وهو بها سعيد

مسجد أيا صو فيا:

كنيسة صارت إلى مـــــسجد
هـــــديـــة الســـــيد للسيد
كانـــــت لعيسى حرماً فا نتهت
بنصرة الـــــــــروح إلى أحمد
شيدها الروم و أقـــــــــيالهم
على مثال الهرم الـــمـــــخلد
تنبى عن عز و عن صـــــــولة
و عن هوى للدين لم يـــخـمد
مجامير الياقوت فى صـــــحنها
تملؤه من ندها الـــــمـــــوقد
و مثل ما قد أودعت من حلمـنى
لم تتخذ داراً و لم تـــــــحشد
كانت بها العذراء من فـــــضة
و كان روح الله من عـــــسجد
عيسى من الأم لـــــدى هـــالة
والأم من عيسى لدى فـــــرقد
جلَّا هما فيها و حلاّهـــــــــما
مصور الروم الـــقـــدير اليد

و أودع الجدران مـــــن نقشه
بدائع من فنه الـــمـــــــفرد
فمن ملاک فی الـــدّجی رائح
عند ملاک فی الضحی مغتدی
و من نبات عاش کالبـــــــبغا
وهو علی الحا ئـــط غض ندی
فقل لمن شاد فهد الـــقـــوی
قوی الأجیر المتعب المـــجهد
کأنه فرعـــــــون لـــما بنی
لربه بیتا فلم یـــــقـــــصد
أیعبد الله بـــســـــوم الوری
مالا یـــــسام العیر فی المقود
کنیسة کالـــفـــــدن المعتلی
و مسجد کالـــقصر من أصید
والله عن هذا وذا فـــــی غنی
لو یعقل الانسان أو یـــهتدی
قد جا ء ها الفاتح فی عـــصبة
من الأسُود الرکع الســـــجد
رمی بهم بـــــنـــــیانها مثلما
یصطدم الجلمد با لـــجلمد
فکبروا فیها و صـــــلی العدا

واختلط الـــمـــشهد بالمشهد

وما توانى الروم يفـــــــدونها

والسيف فى المفدى والمفتدى

فخلتها من قـــــيـــصر سعده

و أيدتُ با لـــــقـــصير الأسعد

بفاتح غاز عـــــفـــــيف القنا

لا يحمل الحقد و لا يـــــعتدى

أجار من القى مـــــقـــــاليده

مهم و أصفى الأمن للـــمرتدى

و ناب عما كان من زخـــــرف

جلالة المعبود فى المـــــــعبد

فيا لثأر بـــــيـــــــــننا بعده

أقام لم يقرب و لم يـــــبـــــعد

باقٍ كثأر الـــــقـــــدس من قبله

لا ننتهى منه ولا يـــــبـــــتدى

فلا يغرنک ســـــــكون الملا

فا لـــــشر حول الصارم المغمد

لن يـــــــترک الروم عباداتهم

أو ينزل الـــــترک عن السؤدد

هذا لهم بـــــــيت على بيتهم

ما أشبه المـــــسجد بالمسجد

فان يـــــعـــادوا فى مفاتيحه

فيا ليوم للـــــــــورى أسود

يشيب فيه الـطـــفل فى مهده

و يزعج الـــمـيت من المرقد

فكن لنا الله فى أمـــســـــنا

و كن لنا اليوم و كن فى غـــد

لو لا ضلال سا بق لم يـــقـــم

من أجلک الخلق و لـم يـقعد

فكل شر بـــــيـــنهم أو أذى

انت براءٌ منه طهُرُ الـــيـــد

نكبة دمشق:

سلام من صبا بـــــردى أرق
و دمع لا يكفكف يا دمـــشـق
و معذرة اليراعة والقوافـــــى
جلال الرُّزْء عن وصف يـدق
و ذكرى عن خواطرها لقلـبى
إليک تلفّت أبداً و خـــــفق
و بى مما رمتک به اللـــيالى
جراحات لها فى القلب عمق
دخلتک والأصيل له ائـتلاق
ووجهک ضاحک القسمات طلق
وتحت جنانک الأنهار تجرى
و ملء ربـــاک أوراق وورق
و حو لى فـــــــتية غرٌّ صباح
لهم فى الفضل غايات و سبق
على لهواتهم شـــــعراء لسن
و فى أعطا فهم خطـباء شدق
رواة قصائدى فأعــجب لشعر
بكل محلة يرويه خـــلـــق

غمزت اباء هم حـــتى تلظّت
أنوف الأُسد واضطرم المدق
وضــجّ من الشكيمة كل حرّ
أبى مـــــن امـــيـــــة فيه عتق
لحاها الله أنباءً تـــــــوالت
على سمع الولّى بما يـــشق
يفصّلها إلى الدنـــــيـــا بريد
و يجملها إلى الآفـــــاق برق
تكاد لروعة الأحداث فـــيها
تخال من الخرافة وهى صدق
و قيل معالم التـــاريخ دُكّت
و قيل أصابها تـــلف و حرق
ألست دمشق للاســلام ظئراً
و مر ضعة الأبَّة لا تـــــــعقُّ
صلاح الدين تاجک لم يُجم
و لم يو ســـم بأزين منه فرق
وكل حضارة فى الأرض طالت
لها من سرحک العُلُوى عرق
بنيت الدو لة الكبرى و ملْكاً
غبار حضارتيه لا يـــــشــق
له بالشام أعـــــلام وعرْشٌ

بشائره بأندلـــــــسٍ تُدَق

ربا ع الخلد ويحک مادَهاها

أحق أنـــــها درست أحق ؟

وهل غرف الجنان منضدات

وهل لنــعيمهنّ كأمس نسق

وأبن دُمى المقاصر من حجال

مهتكة وأســـتـــــار تشق

برزُن وفى نواحى الأيُک نارٌ

و خــلف الأيک أفراخ تزق

إذا رمـــن السلامة من طريق

أتت من دو نــه للموت طرق

بليل للقـــــذائف والمنايا

وراء سمائه خـــطف وصعق

إذا عصف الحديد احمر أفق

على جنباته و اســـود أفق

سلى من راع غيدک بعدوهُن

أبين فؤاده والـــصخر فرق

وللمستــعمرين و إن ألانواء

قلوب كالـــحجارة لا ترق

رماک بطـيشه ورمى فرنسا

أخو حرب بـه صلف وحمق

إذا ما جاء ه طـــــلاب حقٍّ يقول عصابة خرجوا و شقوا
دم الثوار تعرفه فرنـــــسا و تعلم أنه نـــــــور و حق
جرى فى أرضها ، فيه حياة كمنهل السماء و فـيه رزق
بلاد مات فتُتُها لـــتـــحيا وزالوا دون قومهم ليـــبقوا
وحرّرت الشعوب على قناها فكيف عـــلى قناها تسترقّ
بنى سورية اطّرحـوا الأمانى وألقوا عنكم الأحـلام ألقوا
فمن خدع السياسة أن تغرُّوا بألقاب الإ مـــارة وهى رقٌّ
وكم صيد بدالک من ذليل كمامالت من المصلوب عنُق
فتوق الملک تحدث ثم تمضى ولا يمضى لـــمختلفين فتق
نصحت ونحن مختلفون داراً و لكن كلنا فى الهم شـــرق
و يجمعنا إذا اختلفت بـلاد بيان غير مختلف و نـــطقٌ
و قفتم بين موت أو حـــياة فإن رمتم نعيم الدهر فاشقوا
وللأوطان فى دم كـــلِّ حرٍّ يدٌ سلفت و دين مـستحق
ومن يسقى ويشرب بالمنايا إذا الأحرار لم يسقوا ويَسقوا؟
ولا يبنى الممالک كالضحايا ولايدنى الحقوق ولا يحق
فى الـــقتلى لأجيال حياة وفى الأسرى فدىً لهم وعتق
وللحرية الـــحمراء باب بكل يدٍ مـــضـــرجة يدقُّ
جزاكم ذوالجلال بنى دمشق وعز الـشـــرق أوله دمشق

نصرتم يـــوم محنة أخاكم وكل أخ بـــنصر أخيه حق
و ماكان الـــدروزُ قبيل شر و إن أخذوا بما يـــستحقوا
و لكن ذادةٌ وقـــراة ضيف كينبوع الصّفا خشنواورقُّوا
لهم جـــبال أشم له شعاف مواردُفيالسحابالجون مُلْقُ
لكل لَبوءةٍ و لـــكل شِبْلٍ نضال دون غايـــتـــه ورشق
كأن من السموأل فـيه شيئاً
فكل جهاته شرف و خـــلُق

الهمزية النبوية:

ولد الهدى فا لـكـائـنـات ضياء
و فـــم الزمـــان تـبـــسم وثناء
الروح والملأ الملا ئـــك حوله
للـــــــدين والدنيا بـــه بشراء
"والعرش" يزهو والحظيرة تزدهى
والمنتهى و(السدرة) العـــصماء
وحديقة الفرقان ضاحـكـــة الربا
بالترجـــمـــــان شـــذيةٌ غناء
والوحى يقطر سلسلا من سـلسل
واللوح والقلم الـــبـــــديع رواءُ
نظمت أسامى الرسل فهى صحيفة
فى اللوح و اسم مـــحـمد طغراء
اسم الجلالة فى بديع حـــــروفـه
ألف هنالک و اســـم (طـه) الباء
يا خير من جاء الوجود تـــــحـية
من مرسلين إلى الـهدى بک جاءوا
بيت الـــنـــبـــيين الذى لا يلتقى

إلا الـــحـــنـــائـــف فيه والحنفاء
خـــيـر الأبوة حازهم لك (آدم)
دون الأنام و أحـــــــرزت حوّاء
هم أدركوا عز النبوّة وانـتـــهت
فيها إليك العزة الـــقـــــعساء
خلقت لبيتك وهو مـــخلوق لها
إن العظائم كفؤها الـــعـــــظماء
بك بشّر الله السماء فـــزيّـــنت
وتضوعت مسكاً بك الـــغـبراء
وبدا محياك الذى قَـــسَـــماته
حقٌّ وغرتـــــه هـــــدى وحـــياء
و عليه من نور الـــــنـــبـــوة رونقٌ
و من الخليل وهـــــــدُيـــه سماء
أثنى المسيح عليه خلف ســـمائه
و تهللت واهـــتـــزت الـــعذراء
يوم يتِيه على الزمان صـــبـــــاحه
ومساؤه بـــمـــحـــمـــد وضّاء
الحق عالى الـــــركن فيه مـــظفّر
فى الملك لا يعلو عـــــلـــيه لواء
ذُعرت عروش الظالمين فزُلـزِلت
وعلت على تـــيـــجانهم أصداء

والنار خاوية الجوانـــــب حولهم
خمدت ذوائـــبـها وغاض الماء
والآى تترى والخـــــوارق جمَّة
جبريل روّاح بـــهـــا غـــــدّاء
نعم اليتيم بدت مـــخـــايل فضله
واليتم رزق بـــعـــضـــــه وذكاء
فى المهد يستسقى الـــحيابرجائه
و بقصده تـــســـتـــــدفع البأساء
بِسوىالأمانة فىالصبا والصدق لم
يعرفه أهل الـــــصـــدق والأمناء
يامن له الأخلاق ما تـــهـوى العلا
منها وما يـــــتـــــعـــشّق الكبراء
لولم تقم ديناً لـــــقـــامت وحدها
ديناً تضىء بـــــنـــــــوره الآناء
زانتک فى الخلق العظيم شـمائل
يغرى بهن ويولـــــع الـــــكرماء
أما الجمال فأنت شمـــــس سمائه
و ملاحة (الصديق) مـــنـــک إياء
والحسن من كرم الوجـــوه وخيره
ما أوتى الـــقوّاد والزعـــــمـــاء
وإذاسخوت بلغت بالجود الـمدى

و فعلت ما لا تفعل الأنواء
و إذا عفوت فقادراً مقدراً
لا يستهين بعفوك الجهلاء
و إذا رحمت فأنت أمّ أو أب
هذان فى الدنيا هما الرحماء
و إذا غضبت فانما هى غضبة
فى الحق لا ضغن ولا بغضاء
و إذا رضيت فذاك فى مرضاته
و رضى الكثير تحلّمٌ ورياء
و اذا خطبت فللمنبر هزةٌ
تعروا النَّدىّ وللقلوب بكاء
و إذا قضيت فلا ارتياب كأنما
جاء الخصوم من السماء قضاء
و إذا حميت الماء لم يورد و لو
أن القياصر والملوک ظماء
و إذا أجرت فأنت بيت الله لم
يدخل عليه المستجير عداء
و إذا ملكت النفس قمت ببرّها
و لو أن ما ملكت يداک الشاءُ
و إذا بنيت فخير زوجٍ عشرةً
و إذا ابتنيت فدونک الآباء

و إذاصحبت رأى الوفاء مجسماً
فى بـردک الأصحاب والخلطاء
و إذا أخـــــذت العهد أو أعطيته
فجميع عـــهـــدک ذمة ووفاء
و إذا مشيت إلـــى العدا فغنضفر
وإذا جريت فانـــــک النكباء
و تمد حلمک للـــسفيه مدارياً
حتى يضيق بعرضک الســفهاء
فى كل نفس من سطاک مــهابة
و لكل نفس فى نداک رجـــاءُ
والبرأى لم ينض المــهـــنددونه
كالسيف لم تضرب به العــلماء
الذكر آية ربک الكـبــرى التى
فيها لباغى المــعـــجزات غناء
صدر البيان له إذا الــتـقت اللغى
و تقدم البلغاء والــفـــــصحاء
نسخت به التوراة وهى وضــيئة
وتخلف الإ نـــــجيل وهو ذكاء
لما تمشى فى الحـــجاز حكيمه
قضت عكاظ به وقـــــام حراء
أزرى بـــمـــــنطق أهله و بيانهم

وحى يـقـــــصّر دونه البلغاء
حسدوا فـــقـالوا شاعر أو ساحر
ومن الحسود يـــكون الاستهزاء
قد نال بالهادى الـكريم وبالهدى
مالم تـــــنـــل من سؤددٍ سيناء
أمسى كأنک من جـلالک أمة
و كأنه من أنـــســـه بـــــيداء
يو حى إليک الفوز فى ظلـماته
متتابعاً تجلى به الظـــــلـــماء
دين يـــشـــيّـــد آية فى آية
لبناته الـــســـورات والأضواء
الحق فيه هو الأسـاس و كيف لا
والله جل جـــــلاله الـــبنّاء
أما حديثک فى العقول فمشُرع
والعلم والحكم الغوالى الـــماء
هو صبغة الفرقان نفحة قدســـه
والسين من ســـــوراته والراء
جرت الفصاحة من يـنابيع النهى
من دوحه وتـــــــفجر الإ نشاء
فى بجره للسابـــحـــين به على
أدب الحياة وعلمها إرســـــاء

أتت الدهور على سلا فـته و لم
تفُن السلافُ ولا سلا الـــنـدماء
بک يابن عبدالله قامت سمحة
بالحق من ملل الـــهـــدى غراءُ
بنيت على التوحيد وهو حـقيقة
نادى بها سقراط والـــقـــدماء
وجدالزعاف منالسموم لأجلها
كالشهد ثم تـــــتابع الشهداء
و مشى على وجه الزمان بنورها
كهّان وادى الـــنـــيل والعرفاء
ايزيس ذات الملک حين توحدت
أخذت قوام أمورها الأشـــيـــاء
لما دعوت الناس لـبـــى عاقل
و أصم منک الجاهـــلين نداء
أبواالخروج إليک من أوهامهم
والناس فى أوهامهم ســـجـناء
و من العقول جداول وجلامـــد
ومن النفوس حـــــرائر و إماء
داء الجماعة من أرسـطاليس لم
يو صف له حتى أتـــيـــت دواء
فرسمت بعدک للعباد حـكومة

لا سوقةٌ فـــيـــــها و لا أمراء
الله فوق الخلق فـــيـــها وحـده
والناس تحت لوائها أكـــــفاء
والدين يسر والـــخـــلافه بيعة
والأمر شورى والحـقوق قضاء
الاشتراكيون أنـــت إمـامـــهم
لولا دعاوى الـــقـــوم والغلواء
داويت متّئِداً وداووُ طـــفـــرة
و أخف من بعض الـــدواء الداء
الحرب فى حق لديک شـريعة
و من السموم الناقـــعات دواء
والبرّ عندک ذمة وفريـــــضة
لا منةٌ مـــمـــــنـــونة و جباء
جاء ت فوحّدت الزكاة ســبيله
حتى التقى الكرماء والبـــخلاء
أنصفت أهل الفقرمـن أهل الغنى
فالكل فى حق الـــحـــياةسواءُ
فلوأن إنسان تـــخـــــيّر ملةً
ما اختار إلا دينک الفـــقراء
يايها المسرى به شـــــرفاً إلى
مالا تنال الشمس والُـــجوزاء

يتساء لون و أنت أطهر هـــيكل
بالروح أم بالهيكل الإ ســـــراء
بهما سموت مطهرين كلاهـــما
نور وروحانـــــيـــــــة و بهاء
فضل عليک لذىالجلال ومنة
والله يفعل ما يرى ويـــــشـــاء
تغشى الغيوب من العوالم كلما
طويت سماءٌ قلّدتُک ســـماء
فى كل منطقة حواشـى نـــورها
نون و أنت النقطة الزهـــــراء
أنتالجمال بها وأنت المجتلى
و الكفُّ والـــمرْآةُ والحسناءُ
الله هيّأ من حـــظـــيرة قدُسه
نزلاًلذاتک لم يـــجز ه علاء
العرش تحتک ســـدّةً وقوائماً
و مـــناكب الروح الأمين وطاءُ
والرسلدونالعرش لم يؤذن لهم
حاشا لـــغـــيرک موعدٌ ولقاء
الخيل تأبى غـــير أحمد حامياً
و بها إذا ذكر اسمـــــه خُيَلاءُ
شيخ الفوارس يعلمون مـــكانه

إن هيَّجت أسادها الـهـــيجاء

و إذا تصدى للظبى فـــمـــهنَّدٌ

أو للرماح فـــــصعدة سمراء

و إذا رمى عن قـوســـه فيمينه

قدرٌ و ما تر مى اليمين قـــضاء

من كل داعى الحق ســـــيـفه

فلِسَيْفِه فى الراســيات مضاء

ساقىالجريح ومطعم الأسـرى ومن

أمنت سنابک خيله الأشـلاء

إن الشجاعة فىالرجال غلاظة

مالم تزنُها رأفة و ســـــخـاء

والحرب من شرف الشعوب فإن بغوا

فالمجد مما يـــــدّعون براء

والحرب يبعثها القـوىّ تجبّراً

و ينوءُ تحت بلائها الـضعفـاء

كم من غزاة للرسول كـريمـة

فيها رضىً للحق أو إعـــــلاء

كانت لجند الله فيها شـــــدة

فى إثرها للعالمـــــيـــن رخاء

ضربواالضلالةضربةذهبت بـها

فعلى الجهالة والضــلال عفاء

دعمواعلىالحربالسلامووطالما

حقنت دماءً فى الزمـان ذمــاء

الحق عرض الله كـــل أبـيّةٍ

بين النفوس حمىً له ووقـــاء

هل كان حول(محـمد)من قومه

الا صـــبـــــى واحد و نساء

فدعا فلبى فى الـــقبائل عصبة

مستضعفون قلائل أنـــــضاء

ردوابأس العزم عنه من الأذى

مالا تـــــرد الصخرة الصماء

والحق والإ يــمان ان صبّا على

برد ففيه كـــتـــــيبةٌ خرساءُ

نسفوابناء الشِّرک فهوخرائبٌ

واســتأصلوا الأصنام فهى هباء

يمشون تغضىالأرض منهم هيبةً

وبهم حيال نـــعـــيمها إغضاءُ

حتى إذا فتحت لهم أطـــرافها

لم يطغهم ترف و لا نـــــعـماءُ

يامن له عز الشفاعة وحـــــده

وهو المنزه ماله شـــفـــــعاءُ

عرش القيامة أنت تحت لوائــه

والحوض أنت حياله الـــسقاء
تروىوتسقى الصالحين ثوابهم
والصالـــحات ذخائر و جزاء
ألمثل هذاذقت فىالدنياالطّوى
وانشق من خلق عليـــک رداء؟
لىفى مديحک يارسول عرائسٌ
تيّمن فـــــيک وشاقهن جلاء
هن الحـــسان فان قبلت تكرّماً
فمهورهن شـــــفاعة حسناء
أنت الذى نظم الـــــبرية دينه
ماذا يقول وينظم الـــشـــعراء
المصلحون أصابع جمعت يداً
هى أنت بل أنت اليد الـــبيضاء
ما جئت بابک مادحاً بل داعياً
و من المديح تـــضـرّع ودعاء
أدعوک عن قومىالضِّعاف لأزمة
فى مثلها يـــــلـقى عليم رجا ء
أدرى ر ســـول الله أن نفوسهم
ركبت هواها والـــقلوب هواء؟
متفككون فما تـــضم نفوسهم
ثقةً، و لا جمع الـــقلوب صفاء

رقدوا و غرهم نـــعـــيم با طل
و نعيم قوم فى القيود بـــــــلاء
ظلموا شريعتک التى نلنا بها
مالم ينل فى رومـــــة الفقهاء
مشت الحضارة فى سناها واهتدى
فى الدين والدنيا بها الســـعداء
صلى عليک الله ماصحب الدّجى
حاد و حنّت بالـــفـــــلا و جُناء
واستقبل الرضوان فى غُرُفـاتهم
بجنان عدنٍ آلک السُّمُـــــحاء
خير الوسائل من يقع مـــنهم على
سبب إليک فحسبى الزهـــــراء

جزء (ب)

الأدب و الأدباء

SECTION (B)
Athors

(١)

ابن المقفع : كليلة و دمنة

ابن المقفع کی کتاب ''کلیلۃ ودمنۃ'' ایک معروف ومشہور کتاب ہے اور ملک نیز بیرون ملک کے کتب خانوں میں دستیاب ہے۔اس میں سے ''**الأســـد والثور**'' کا مطالعہ ضروری ہے۔

(۴)

ابن خلدون:

ابن خلدون کا نام ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد ہے اوران کا نسب بنو وائل کے کندہ کے نوابوں میں وائل سے جاملتا ہے۔اس کا نواں دادا ابن خلدون ہجرت کر کے تیسری صدی ہجری کے اواخر میں اندلس چلا گیا تھا جہاں اس کا خاندان اشبیلیہ میں مقیم ہو گیا پھر جلا وطنی کے بعد تونس میں منتقل ہو گیا۔ وہیں پر یہ عظیم المرتبت مورخ ۷۳۲ھ میں پیدا ہوا۔

ابتدائی تعلیم اس نے اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے حاصل کی ،قرآن پاک کا پختہ علم حاصل کیا پھر دیگر علوم کی طرف رخ کیا ، فقہ اور عربی ادب میں مہارت حاصل کی ، تاریخ میں وسیع وعمیق نظر پیدا کی اور اس کے تمام مباحث کا استقصاء کیا یہاں تک کہ وہ اس فن میں یکتائے زمانہ بن گیا۔بچپن ہی سے اس کو بادشاہوں کی مصاحبت کا شوق تھا چنانچہ وہ اندلس ومغرب کے بہت سے بادشاہوں سے وابستہ رہا،عہدۂ قضاء اور سکریٹری پر فائز رہا۔

۷۸۴ھ میں مصر پہنچا اور جامع ازہر میں بحیثیت استاد مقرر ہو گیا اور سلطان برقوق کی خدمت میں گیا، اس نے اس کی قدر کی اور اس کے انکار کے باوجود اس کو مالکی قضاء کا منصب عطا کیا ، وہاں اس نے عدالت وانصاف کا وہ رنگ جمایا کہ دوسرے قاضیوں کی عدالتیں بے رونق ہو گئیں چنانچہ وہ اس کے خلاف برہم ہو گئے اور اس پر الزام تراشی کر کے بادشاہ کے پاس اس کی شکایت پہنچادی مگر بادشاہ نے اس شکایت پر قطعاً توجہ نہ دی ۔لیکن ابن خلدون اس تلخ زندگی اور مسلسل سازشوں سے دل برداشتہ ہو گیا تھا اور پھر اتفاق سے ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ اس کے گھر والے جو تونس سے اسکے پاس آرہے تھے کشتی ڈوب جانے کی وجہ سے سب غرق ہو گئے اس

حادثہ سے اسے سخت غم پہنچا اور اس نے منصب قضاء سے استعفیٰ دے دیا اور فریضۂ حج کے لئے روانہ ہو گیا اور واپسی میں اپنی فیوم کی جاگیر میں جو اسے سلطان نے بخشی تھی عزلت کی زندگی گذارنے لگا اور تدریس وتصنیف میں مشغول ہو گیا۔

ابن خلدون با اخلاق، بہت سی خوبیوں کا مالک، باحیاء باوقار خوش ہیئت، خوددار، ارادہ کا پکا، علوم عقلیہ ونقلیہ میں باکمال، محقق، کثیر الحفظ، شان وشوکت کا دلدادہ، تھا، جس کی تصدیق اس کے افکار وخیالات اور اس کے آثار سے بھی ہوتی ہے۔

ابن خلدون تاریخ کے موضوع پر گہری اور وسیع نظر رکھتا تھا، اپنی وسعت نظر سے ہی اس نے مباحث متعین کئے، حوادث کی علتیں بتائیں، اور ایک نادر کتاب ''العبر ودیوان المبتداء والخبر'' سات جلدوں میں لکھی جو بہت معروف ومشہور ہوئی۔

اس کی کتاب کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ جب ایک حکومت سے دوسری حکومت کا بیان نئی فصل میں کیا جاتا ہے تو اس فصل کی شروع میں تاریخی مباحث پر فلسفیانہ تمہید بہ طور مقدمہ کے ہوتی ہے۔ حق گوئی، اصابت رائے اور کسی نتیجہ کے متعلق فیصلہ کرنے میں انصاف وغیرہ اس کتاب کی قابل ذکر خصوصیات ہیں۔

ابن خلدون کی شہرت کا باعث اس کی کتاب ''مقدمہ'' ہے کیونکہ اس کتاب میں انھوں نے اجتماعیات، اقتصادیات، اور تاریخ وفلسفہ کے متعلق نئی نئی اور قسم قسم کی بحثیں کیں ہیں۔ یہ مقدمہ چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔ (۱) پہلا مقدمہ ابتدائے آفرینش اور ارتقاء (۲) دوسرا، اجتماعیات (۳) عملی سیاست (۴) امور حرب (۵) اقتصاد سیاسی (۶) تاریخ ادب عربی۔

ابن خلدون پہلا وہ شخص ہے جس نے فلسفہ تاریخ کا استنباط کیا اور اس کو ''فطرت عمران'' کے نام سے موسوم کیا۔ اور اپنے مقدمہ میں اس نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔

۸۰۸ھ میں ابن خلدون مصر میں انتقال کر گیا۔

ابن خلدون

الجبر والمقابلة

و من فروعه الجبر و المقابلة ، وهى صناعة يستخرج بها العدد المجهول من قِبَل المفروض إذا كان بينهما نسبة تقتضى ذلك ، فا صطلحوا فيها على أن جعلوا المجهولات مراتب من طريق التضعيف با لضرب ، أولها العدد ، لأنه به يتعين المطلوب المجهول با ستخراجه من نسبة المجهول إليه ، و ثانيهما الشيء ، لأن كل مجهول فهو من حيث إبهامه شيء ، و هو أيضا جذر لما يلزم من تضعيفه فى المر تبة الثانية، و ثالثها المال ، وهو مربع مبهم .

و ما بعد ذلك فعلى نسبة الآس فى المضروبين ، ثم يقع العمل المفروض فى المسألة ، فيخرج إلى معادلة بين مختلفين أو أكثر من هذه الأجناس ، فيقابلون بعضها ببعض ، و يجبرون ما فيها من الكسر حتى يصير صحيحا، و يحطون المراتب إلى أقل الأسوس إن أمكن ، حتى تصير إلى الثلاثة التى عليها مدار الجبر عندهم ، وهى العدد، والشيء ، والمال .

فإن كانت المعادلة بين واحد وواحد تعيّن ، فالمال أو الجذر يزول إبهامه بمعادلة العدد و يتعين ، والمال إن عادل الجذور ، فيتعين بعدتها .

و إن كـانـت الـمـعـادلة بيـن واحـد و اثـنين ، أخرجـه العمل الهـندسي من طريق تفصيل الصرب فى الإثـنين وهى مبهمة ، فيعينها ذلـك الضرب المفصل ، و لا تمكن المعادلة بين إثنين و إثنين .

و أكثـر مـانتهـت الـمـعـادلة عندهم إلـى سـت مسـائل ، لأن المعادلة بين عدد و جذر و مال مفردة و مر كبة تجيء ستة .

و أول مـن كتـب فـي هـذا الـفـن أبو عبد الله الخوارزمى . و بـعـده أبو كامل شُجاع بن أسلم ، و جاء الناس على أثره فيه، و كتابه فـيمسـائـله الست من أحسن الكتب المو ضوعة فيه، و شرحه كثير من أهل الأندلس فأجادوا ، و من أحسن شروحاته كتاب القر شي.

وقـد بـلـغـنـا أن بـعـض أئـمة التـعاليم من أهل المشرق أنهى المعاملات الى أكثرمن هذه الستة أجناس و بلغها إلى فوق العشرين ، و استخرج لها كلها أعمالاً و ثيقة ببراهين هندسية .

المعاملات:

و مـن فـروعـه أيـضـاً الـمـعـاملات ، و تصريف الحساب في مـعـامـلات الـمدن فى البياعات والـمسـاحـات والـزكوات وسائر ما يـعرض فيه العدد من المعاملات،تصرف في ذلـك صناعات الحساب في المجهول والمعلوم والكسر والصحيح و الجذر و غيرها .

والـغرض من تكثير المسائل المفروضة فيها حصول المران و الدر بة بتكرر العمل حتي ترسخ الملَكة في صناعة الحساب .

و لأهـل الـصـنـاعة الـحسـابية من أهل الأندلس تواليف فيها

متعـددة ، مـن أشهـرهـا مـعاملات الزَّهُراوي ، و ابن السمح، و أبى مسلم بن خلدون ، من تلميذ مسلمة المجريطي ، و أمثالهم .

الفرائض:

و مـن فـروعـه أيـضـاً الـفـرائض .وهي صنـاعة حسـابية في تـصـحيـح السهـام لذوى الفروض فى الورثات إذا تـعددت وهلك بعض الوارثين وانكسرت سهامه على ورثته ، أو زادت الفروض عند اجتـمـاعها و تزحمها على كله، أو كان في الفريضة إقرار أوإنكار من بـعـض الـورثة دون بـعـض، فيـحتـاج فـي بـطن مصححاً حتى تكون حـظـوظ الـوارثيـن مـن الـمـال عـلـى نسبة سهـامهم من جملة سهام الفريضة.

فيـدخـلهـا مـن صـنـاعة الـحسـاب جزء كبير من صحيحه و كسـوره و جذوره ومعلو مه و مجهوله ، و يترتب على تر تيب أبواب الفرائض الفقهية و مسائلها . فتشتمل حينئذ هذه الصناعة على جز ء مـن الـفـقـه ، وهـو أحـكـام الورثـات في الفروض والعول والإقرار والإنـكار والوصايا والتدبير ، و غير ذلك من مسائلها ، و على جزء من الحساب ، وهو تصحيح السهمان باعتبار الحكم الفقهى.

وهـي مـن أجل العلوم ، و قد يورد أهلها أحاديث نبوية تشهد بـفـضـلهـا ، مثـل : "الـفـرائـض ثلث العلم" ، و أنها أول ما ير فع من الـعـلوم ، و غير ذاك . و عندى أن ظواهر تلك الأحاديث إنما هي فى الفرائض العينية ، كما تقدم ، لا فرائض الوراثات. فإنها أقل من أن

تكون في كميتها ثلث العلم . و أما الفرائض العينية ، فكثيرة .

و قـد ألف الـناس في هذا الفرائض قديماً و حديثاً و أوعبوا . ومـن أحسـن التـواليف فيـه على مذهب مالك رحمه الله كتاب ابن ثابت ، و مختصر القا ضى أبى القا سم الحو فى ، و كتاب ابن المنَمِّر و الـجـعـدى و الـصُّودى ، و غيرهم ، لكن الفضل للحو فى ، و كتابه مـقـدم عـلى جميعها ، و قد شرحه من شيوخنا أبو عبد الله محمد بن سـليـمـان السَّـطِّـي ، كبيـر مشيخة فاس ، فأوضح و أوعب ، و لامام الحرمين تو اليف على مذهب الشافعى تشهد باتسا ع باعه في العلوم ورسوخ قدمه فيها . و كذا للحنفية و الحنابلة .

و مقامات الناس في العلوم مختلفة ، والله يهدى من يشاء .

العلوم الهندسية :

هـذا الـعـلـم هـو الناظر في المقادير إمـا الـمتصلة كالخط و السـطـح والـجسـم ، أو الـمـنفصلة كالأعداد ، و فيما يعرض لها من العوارض الذاتية.

مثل أن كل مثلث فزوايا ه مثل قائمتين .

و مثـل أن كل خطين متقا طعين فا لزاويتان المتقابلتان منهما متساويتان.

و مثـل أن الأربـعة المقادير المتناسبة ، ضرب الأول منها في الثالث كضرب الثانى في الرابع .

والـكتـاب الـمتـرجـم لـليـو نـا نيـين في هذه الصناعة كتاب

أوقُليدس ، و يسمى "كتاب الأصول والأركان" . وهو أبسط ما وُضع فيها للمتعلمين ، و أول ما تُر جِم من كتب اليو نا نيين في الملة أبى جعفر المنصور . و نسخه مختلفة باختلاف المترجمين . فمنها لحنَيْن بن اسحاق ، و لثابت بن قرَّة ، و ليو سف بن الحجاج.

و يشتمل على خمس عشرة مقالة، أربعة في السطوح ، وواحدة في الأقدار المتناسبة ، و أخرى في نسب السطوح بعضها إلى بعض ، و ثلاث في العدد ، و العاشرة في المُنطَقَات والقوِية على المنطقات ، و معناه الجذور ، و خمس في المجسمات ، وقداختصره الناس مختصرات كثيرة ، كما فعله ابن سينا في تعاليم الشفاء، أفردله جزءاً منها واختصه به. و كذلک ابن الصّلت فى "كتاب الاقتصار" ، و غيرهم . و شرحه آخرون شروحاً كثيرة . وهو مبدأ العلوم الهندسية بإطلاق .

و اعلم أن الهندسة تفيد صاحبها إضائة في عقله واستقامة في فكره . لأن براهينها كلها بينة الانتظام . جلية الترتيب ، لا يكاد الغلط يدخل أقيستها لتر تيبها و انتظامها . فيبعد الفكر بممارستها عن الخطا. و ينشأ لصاحبها عقله على ذلک المهيع . و لقد زعموا أنه كان مكتوباً على باب أفلاطون : " من لم يكن مهندساً فلا يدخلن منزلنا" و كان شيو خنا رحمهم الله يقولون : "ممارسة علم الهندسة للفكر بمثابة الصا بون للثوب الذى يغسل منه الأقذار و ينقِّيه من الأوضار والأدران ". و انما ذلک لما أشرنا إليه من تر تيبه و انتظامه.

هندسة الأشكال الكرية والمخروطات :

أما الأشكال الكرية، ففيها كتابان من كتب اليو نا نيين لتاوُدُو سُيوُس (Theodosius) و ميلاوش (Menelaus) في سطو حها و قطو عها . و كتاب تاودوسوس مقدم في التعليم على كتاب ميلا وش لتو قف كثير من براهينه عليه. و لا بد منهما لمن يريد الخوض في علم الهيئة ، لأن براهينها متوقّفة عليها . فإن الكلام في الهيئة كله كلام في الكرات السماوية و ما يعرض فيها من القطوع والدوائر بأسباب الحركات ، كما نذكره ، فقد يتوقف على معرفة أحكام الأشكال الكرية ، سطوحها و قطوعها .

وأما المخرو طات، فهومن فروع الهندسة أيضاً، وهو علم ينظر فيما يقع في الأجسام المخروطة من الأشكال والقطوع . و يبرهن على ما يعرض لذلك من العوارض ببراهين هندسية متوقفة على التعليم الأول . و فا ئدتها تظهر فى الصنائع العلمية التى موادُّها الأجسام ، مثل النجارة والبناء ، و كيف تصنع التماثيل الغر بية و الهياكل النادرة ، و كيف يتحيَّل على جر الأثقال و نقل الهيا كل بالهندام و المنخال ، و أمثال ذلك.

و قد أفرد براهينه الهندسية ، وهو موجود بأيدى الناس ، و ينسبونه لبني شاكر .

المساحة :

و من فروع الهندسة المساحة . وهو فن يحتاج اليه في مسح الأرض ، و معناه استخراج مقدار أرض معلومة بنسبة شبر أو ذراع أو غير هما ، أو نسبة أرض من أرض إذا قو يست بمثل ذلک .

و يحتاج إلى ذلک في تو ظيف الخراج على المزارع و الفدن و بساتين الغراسة ، و في قسمة الحوائط و الأراضى بين الشركاء أو الورثة ، و أمثال ذلک .

و للناس فيها موضوعات حسنة و كثيرة .

المنا ظر :

و من فروع الهندسة المنا ظر ، وهو علم يتبين به أسباب الغلط في الإدراک البصرى بمعرفة كيفية وقو عها بناءً على أن إدراک البصر يكون بمخروط شعاعي، رأسه نقطة البا صر و قا عدته المَرْئي . ثم يقع الغلط كثيراً في رؤية القريب كبيراً أو البعيد صغيراً ، و كذلک رؤية الأشباح الصغيرة تحت الماء ووراء الأجسام الشفافة كبيرة ، ورؤية النقطة النازلة من المطر خطّاً مستقيماً، و الشعلة دائرة، و أمثال ذلک .

فيتبين في هذا العلم أسباب ذلک و كيفياته بالبراهين الهندسية . و يتبين به أيضاً اختلاف المنظر في القمر باختلاف العروض الذى تنبنى عليه معرفةُ رؤية الأهلة ، و حصول في الفن

كثير من اليو نانيين .

و أشهـر من ألف فيه من الإسـلاميين ابن الهيثم ، و لغيره فيه أيضاً تواليف. وهو من هذه العلوم الريا ضية و تفاريعها.

علم الهيئة :

وهـو عـلم ينظر في حركات الكواكب الثابتة والمتحيرة . و يستـدل بـكيفيات تلك الحركات على أشكال و أوضا ع للأفلاك لـزمـت عنها هذه الحركات المحسوسة بطرق هندسية . كما يبرهن عـلـى أن مـركـز الأرض مبـاين لمركز فلك الشمس بوجود حركة الإقبال و الإدبـار. و كـمـا يستـدل با لرجوع و الاستقامة للكواكب عـلى وجود أفلاك صغيرة حاملة لها متحركةداخل فلكها الأعظم . و كـما يبرهن على وجود الفلك الثامن بحركة الكواكب الثابتة . و كما يبرهن على تعدد الأفلاك للكواكب والواحد بتعدد الميول له، و أمثال ذلك .

و إدراك الموجود من الحركات و كيفياتها و أجنا سها إنما هـو بـا لـرصـد . فـانـا انـما علمنا حركة الإقبال و الإدبـار به، و كذا تـراتيـب الأفلاك في طبقاتها ، و كذا الرجوع و الاستقامة . و أمثال ذلك .

و كـان اليـو نـا نيـون يـعتـنـون بـا لرصد كثيراً و يتخذون لـه الآلات التـى تـو ضـع لتـرصد بها حركة الكواكب المعين . و كانت تسـمـى عـنـدهـم "ذات الحلق" و صناعة علملها و البرهان عليه في

مطابقة حركاتها بحركة الفلك منقول بأيدى الناس .

و أما في الإسلام ، فلم تقع به عناية إلا في القليل . و كان في أيام المأمون شيء منه، و صنع هذه الآلة المعروفة بذات الحلق ، و شرع في ذلك فلم يتم . و لما مات ذهب رسمه و أُغفل ، و اعتمد من بعده على الأرصاد القديمة ، و ليست بمغنية لا ختلاف الحركات باتصال الأحقاب ،. و أن مطا بقة حركة الألة في الرصد لحركة الأفلاك والكواكب إنما هو با لتقريب ، و لا يعطى التحقيق، فإذا طال الزمان أظهر تفاوت ذلك التقريب .

و هذه الهيئة صناعة شريفة ، و ليست على ما يفهم ، ففى المشهور أنها تعطى صورة السموات و تر تيب الأفلاك با لحقيقة . بل إنما تعطى أن هذه الصور والهيئات للأفلاك لزمت عن هذه الحركات . و أنت تعلم أنه لا يبعد أن يكون الشيء الواحد لا زماً لمختلفين . و إن قلنا أن الحركات لا زمة ، فهو استدلال با للازم على وجود الملزوم ، و لا يعطى الحقيقة بوجه ، على أنه علم جليل ، وهو أحد أركان التعاليم .

و من أحسن التواليف فيه كتاب " المجسُطى" ، منسوب لبُطلَمُيُوس . و ليس من ملوك اليو نا نيين الذين أسما ؤ هم بطليموس ، على ما حققه شراح الكتاب ، و قد اختصر الأئمة من حكماء الإسلام ، كما فعله ابن سينا و أدرجه في تعاليم الشفا. و لخّصه ابن رشد أيضاً ، من حكماء الأندلس ، وا بن السَّمُح، و ابن الصَّلت فى كتاب "الاقتصار" ، و لا بن الفرغانى هيئة ملخصه، قربها

و حذف براهينها الهندسية .

والله علم الإنسان مالم يعلم .

الأزياج:

وهـى صـنـاعة حسـابية عـلـى قـوانين عددية فيما يخص كل كـوكـب من طريق حركته و ما أدى إليـه بـرهان الهيئة في وضعه من سرعة و بطء، و استقامة ورجوع ، و غير ذلك ، يعرف بها مواضيع الـكواكب في أفلاكها لأي وقت فرض من قبل حسبان حركاتها على تلك القوانين المستخرجة من كتب الهيئة .

و لهـذه الصناعة قوانين كا لمقدمات والأصول لها في معرفة الشهـور والأيـام والتـواريـخ الـمـاضية ، و أصـول متـقررة من معرفة الأوج والحضيض والميول وأصناف الحركات واستخراج بعضها مـن بـعـض ، يـضـعـونها فيجداول مرتّبة تسهيلاً على المتعلمين ، و تسـمـى الأزيـاج ، و يسـمـى استـخـراج مـواضـع الكواكب للوقت المفروض بهذه الصناعة تعديلاً و تقويماً.

ولـلـنـاس فيـه تـواليف كثيـرة للمتقدمين والمتأخرين ، مثل البتّـانـى و ابـن الـكـمّاد. و قد عوّل المتأخرون لهذا العهد با لمغرب عـلـى زيج منسوب لابن إسـحق. و يزعمون أن ابن إسـحاق عوّل فيه عـلـى الـرصد، و كان يبعث إليـه بـمـا يـصح له من ذلك من أحوال الـكـواكـب و حـر كـاتهـا . فكان أهل المغرب لذلك عنوابه لوثاقة مبناه فيما يزعمون ، و لخصه ابن البناء في آخر سماه المنهاج ، فولع

به الناس لما سهل من الأعمال فيه.

و إنما يحتاج إلـى مـواضع الكواكب من الفلك لتُبُنى عليها الأحـكام النجومية ، وهو معرفة الآثار التى تحدُثُ عنها بأوضاعها في عـالـم الانسـان ، مـن الـمـلـل و الـدول والمواليد البشرية والكوائن الحادثة ، كما نبيِّنه بعد و نو ضِّح فيه أدلتهم ، إن شاء الله تعالىٰ.

علم المنطق:

وهـو قـوانيـن يـعـرف بهـا الـصحيح من الفا سد في الحدود المعرِّفة للماهيات والحجج المفيدة للتصديقات .

ذلك لأن الأصـل في الإدراك إنـمـا هـو الـمحسو سات بـالـحواس الخمس . و جميع الحيوانات مشتركة في هذا الإدراك مـن الناطق وغيره . و إنـما يتميز الإنسـان عنها بإدراك الـكليات ، وهـى مجردة من المحسوسات ، و ذلك بأن يحصل في الخيال من الأشـخـاص الـمتـفـقة صـــورة منطبقة على جميع تلك الأشخاص الـمـحسـوسة ، وهـي الـكِّـي . ثـم ينظر الذهن بين تلك الأشخاص المحسو سة المتفقة و أشخاص أخرى توافقها في بعض ، فيحصل له صـــورة تنطبق أيضاً عليهما ما اتفقا فيه ، و لا يزال ير تقى في التجريد إلـى الـكـلـى الـذى لا يجد كلياً آخر معه يوافقه ، فكون لأجل ذلك بسيطاً.

وهـذا مثـل مـا تـجرّد من أشخاص الإنسـان صـــورة النوع الـمـنـطبـقة عـليها ، ثم ينظر بينه و بين الحيوان و يجرّد صورة النوع

الـمـنـطبقة عليها ، ثم ينظر بينه و بين الحيوان و يجرّد صورة الجنس الـمـنـطبـق عليها ، ثم بينها و بين النبات ، إلـى أن ينتهى إلـى الجنس الـعـالـى، وهـو الـجوهر ، فلا يجد كلياً يوا فقه فيشيء، فيقف العقل هنالک عن التجريد.

ثم إن الإنسـان ، لما خلق الله له الفكر الذى به يدرک العلوم و الـصـنائع ، و كان العلم إمـا تـصـوراً للماهيات ، و يعنى به إدراک سـادج من غير حكم معه ، و إمـا تصديق ، أى حكم بثبوت أمر لأمر . فـصـار سـعـى الـفـكر في تحصيل المطلو بات إمـا بـأن تجمع تلک الـكـليات بعض إلـى بـعـض عـلـى جهة التأليف ، فتحصل صورة في الـذهـن كـلية مـنطبقة على أفراد في الخارج ، فتكون تلک الصورة الـذهنية مفيدة لمعرفة ماهية تلک الأشخاص ، و إما بأن يحكم بأمر عـلـى أمـر فيثبـت لـه. و يـكـون ذاک تـصديقاً ، و غايته في الحقيقة راجعة إلـى التـصـور ، لأن فائـدة ذلک إذا حـصل فإنـما هي معرفة حقائق الأشياء ، الذى هو مقتضى العلم الحكمي.

و هذ االسعى من الفكر قد يكون بطريق صحيح ، و قد يكون بطريق فا سد. فاقتضى ذلک تمييز الطريق الذى يسعى به الفكر في تـحـصيـل الـمطالب العلمية ليتميز فيها الصحيح من الفا سد . فكان ذلک قانون المنطق .

و تـكـلـم فيـه الـمتـقـدمـون أول ما تكلموا به جملاً جملاً و مـفتـرقـاً ، و لـم تهـذب طرقه و لم تجمع مسائله حتى ظهر في يو نان أرسطو. فهذب مناحيه ، و رتب مسائله و فصوله ، و جعله أول العلوم

الـحـكـمية و فـا تـحتهـا ، و لـذلـک يسمى با لمعلم الأول . و كتابه الـمـخـصـوص بـالـمـنطق يسمى "الفص". و هو يشتمل على ثمانية كتب : أربعة منها في صورة القياس ، و خمسة في مادته.

و ذلک أن الـمطالب التصديقية على أنحاء . فمنها ما يكون المطلوب فيه اليقين بطبعه ، و منها ما يكون المطلوب فيه الظن، وهو على مراتب . فينظر في القياس من حيث المطلوب الذى يفيده، و ما يـنبـغـى أن يكون مقدماته بذلک الاعتبار ، و من أى جنس تكون من الـعـلـم أو الـظن . و قد ينظر في القياس لا باعتبار مطلوب مخصوص به، بل من جهة إنتاجه خاصة . و يقال للنظر الأول إنه من حيث المادة ، و يـعـنى به المادة المنتجة للمطلوب المخصوص من يقين أوظن.و يقال للنظر الثانى إنه من حيث الصورة و إنتاج القياس على الإطلاق . فكانت لذلک كتب المنطق ثمانية .

الأول فـي الأجـنـاس الـعـالية التـى يـنتهـى إليهـا تـجـريـد الـمـحسـوسـات في الذهن . وهى التى ليس فو قها جنس . و يسمى "كتاب المقولات".

و الثـانـى في القضايا التصديقية و أصنافها ، و يسمى "كتاب العبارة".

و الثـالـث فـي الـقياس و صوره و إنتـاجـه على الإطلاق . و يسمى "كتاب القياس" . و هذا آخر النظر من حيث الصورة.

ثـم الـرابـع ، "كتـاب البرهان" وهو النظر في القياس المنتج لـلـيـقـيـن ، و كيف يجب أن تكون مقدماته يقينية . و يختص بشروط

أخرى لإفادة اليقين ، مذكورة فيه.مثل كو نها ذاتية ، و أولية ، و غير ذلک ، و فى هذا الكتاب الكلام في المعرفات والحدود ، إذ المطلوب فيها إنما هو اليقين لوجوب المطابقة من الحد والمحدود، لا يحتمل غيرها . فلذلک اختصت عند المتقدمين بهذا الكتاب .

و الخامس .''كتاب الجدل'' وهو القياس المفيد قطع المُشاغب و إفحام الخصم ، و ما يجب أن يستعمل فيه من المشهورات . و يختص أيضاً من جهة إفادته لهذا الغرض بشروط أخرى مذكورة هنالک . و في هذا الكتاب تذكر المواضع التى يستنبط منها صاحب القياس قياسه بتمييز الجامع بين طرفى المطلوب المسمى با لوسط . و فيه عكوس القضايا .

والسادس ، ''كتاب السفسطة'' . وهو القياس الذى يفيد خلاف الحق، و يخالط به المناظر صاحبه ، وهو فاسدبا لغرض والموضوع. و إنما كتب ليعرف به القياس المغالطى ، فيجاز منه.

والسابع، ''كتاب الخطابة''.

(٣)
النظرات
لطفى المنفلوطى

حياته:

ولدالسيد مصطفى لطفى بمنفلوط ، من أعمال مديرية أسيوط سنة ١٢٩٣هـ و نشأ فى بيت كريم بالدين جليل بالفقه توارث أهله قضاء الشريعة و نقابة الصو فية قرابة مائتى سنة، و نهج المنفلوطى سبيل أبائه فى الثقافة فحفظ القرآن الكريم فى المكتب .و تلقى العلم با لأزهر الشريف ، و لكنه كان على الكره من ورع قلبه و رعاية أبيه لا يلقى باله كثيرا لغير علوم اللسان و فنون الأدب ، فهو يحفظ الأشعار و يتصيد الشوارد و يصوغ القريض و ينشىء الرسائل و تسير له شهرة فى الأزهريين بذكاء القريحة وروعة الأسلوب فيقربه الأستاذ محمد عبده و يرسم له الطريقة المثلى إلى الغاية من الأدب و الحياة .

وكان لطفى المنفلوطى قطعة مو سيقية فى ظاهره و با طنه ، فهو مؤتلف الخلق ، متلائم الذوق، متناسق الفكر ، متسق الأسلوب، منسجم الرأى، لا تلمح فى قو له و لا فى فعله شذوذ العبقرية و لا نشوز الفدامة ، كان صحيح الفهم فى بطء ، سليم الفكر فى جهد دقيق الحس فى سكون ، هبوب اللسان فى تحفظ ، وهذه الخلال

ظهر صاحبها للناس فى مظهر الغبى الجاهل.

كـان الـمـنـفلوطى أديباً موهوباً، حظ الطبع فى أدبه أكثر من حـظ الـصـنعة ، لأن الصنعة لا تخلق أدباً مبتكراً و لا أديباً ممتازاً و لا طـريـقة مستـقـلة، و كـا ن النثر الفنى على عهده لو ناً حائلاً من أدب القاضى الفا ضل أو أثراماثلا لفن ابن خلدون و لكنک لا تستطيع أن تـقـول ان أسـلوبه كان مضرو باعلى أحد القالبين ، إنـما كان أسلوب الـمنفلو طى فى عصره كأسلوب ابن خلدون فى عصره ، بديعاً أنشأه الطبع القوى على غير مثال .

و مـن تـصـانيفه "النظرات" فى ثلاثة أجزاء جمع فيه ما نشره فـى المؤيد من الفصول فى النقد والاجتماع و الوصف والقصص ، و كتـاب "الـعبـرات " وهـو مـجـمـوعة مـن الأقـا صيـص الـمـنقولة والـمـوضـوعة ، ثـم "مـختـارات المنفلوطى" من أشعار المتقدمين و مقالاتهم .

لطفی منفلوطی:

سید مصطفیٰ لطفی منفلوطی شہر منفلوط کے صوبہ اسیوط میں ۱۲۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ دینی ماحول میں پرورش پائی، ان کا خاندان تقریباً دوسو سال تک عہدہ قضاء اور تصوف کا منبع ومرکز بنا رہا۔

اپنے گھرانے کے دستور کے مطابق سید مصطفیٰ لطفی کی تعلیم وتربیت کا انتظام ہوا، ایک مدرسہ میں انھوں نے قرآن کریم حفظ کیا، جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی، گھر کا ماحول دینی اور تقوی شعاری کا تھا اور خود بھی ان کا رجحان متقیوں جیسا تھا لیکن اس کے باوجود ان کی توجہ لسانیات اور ادبیات پر مرکوز ہوگئی، چنانچہ وہ اشعار یاد کرتے، اشعار نظم کرتے اور مضمون نگاری کرتے، ازہریوں میں ان کی ذہانت اور ان کے حسن اسلوب کی خوب شہرت ہونے لگی تو محمد عبدہ نے لطفی منفلوطی کو اپنے قریب کرلیا اور انہیں ادب وزندگ کے بلند موقع اور اس تک رسائی کے لئے بہترین راستہ سے ہمکنار کیا۔

مفتی محمد عبدہ کے قرب ونزدیکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لطفی منفلوطی نے سعد پاشا زغلول سے راہ ورسم پیدا کرلی، ان دونوں عظیم شخصیتوں کے قرب نے انہیں رسالہ ''المؤید'' کے مالک کی نظر میں وقیع بنادیا۔

ازہر کی طالب علمی کے زمانہ میں ان پر یہ الزام بھی لگایا گیا کہ انھوں نے اک ہفت روزہ رسالہ میں خدیو عباس حلمی ثانی کی ہجو میں قصیدہ چھپوایا ہے جس کی بناء پر ان کو قید کی سزا دی گئی اور انھوں نے جیل میں اپنی سزا کی مدت پوری کی۔ پھر جب امام محمد عبدہ کا انتقال ہوگیا تو منفلوطی کو بہت رنج ہوا اور وہ ناامید ہوکر اپنے وطن واپس آگئے، ایک زمانہ کے بعد ان کے اندر امید کی کرن پھر سے بیدار ہوئی تو وہ رسالہ ''المؤید'' کے ذریعہ اپنی کامیابی کے ذرائع تلاش کرنے میں مصروف ہوگئے۔

سعد پاشا کو جب وزیر تعلیم کا قلمدان سونپا گیا تو انھوں نے منفلوطی کو عربی کا انشاء پرو داز مقرر کر دیا، جب سعد پاشا وزارت قانون میں منتقل ہو گئے تو وہ اپنے ساتھ ان کو بھی لے گئے اور وہاں بھی اسی قسم کا عہدہ دیا۔ جب حکومت سعد پاشا کی مخالف پارٹی کے ہاتھ میں چلی گئی تو یہ بھی وہاں سے چلے گئے ،دو بارہ جب پارلیامنٹ قائم ہوئی تو سعد پاشا نے وہاں انشاء پردازی سے متعلق ایک عہدہ پر مقرر کر دیا اور پھر آخر تک وہ اس عہدہ پر فائز رہے۔

لطفی منفلوطی بڑے ہی خوش اسلوب، خوش وضع، مناسب ڈیل ڈول والے خوش مذاق شخص تھے، ان کے کسی بھی قول اور عمل سے یہ نہیں لگتا تھا کہ یہ اتنے بڑے عقبری انسان ہیں، وہ بولنے میں بڑے ہی محتاط تھے، وہ مجلسوں سے کنارہ کش، بحث ومباحثہ سے گریز کرتے ،تقریر وخطابت پسند نہیں تھی، وہ رقیق القلب، صحیح العقیدہ اور فیاض تھے، اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کو اپنے خاندان، وطن عزیز اور انسانیت پر نثار کر دیتے تھے۔

لطفی منفلوطی ''موہوب من اللہ'' ادیب تھے، اسی لئے ان کے ادب میں آمد ہی آمد ہے آورد کم ہے، ان کے زمانہ تک فنی نثر قاضی کے ادب کی بگڑی ہوئی ایک شکل یا ابن خلدون کے فن کا ایک بقیہ ڈھانچہ تھی، لیکن آپ ان کے اسلوب کو ان دونوں میں سے کسی کا چربہ نہیں کہہ سکتے ،اپنے زمانہ میں منفلوطی کا اسلوب بالکل انوکھا ہے جسے بغیر کسی نمونہ کے تخلیق کیا گیا ہو۔

لطفی منفلوطی کے ادب کا عوام کے اندر مقبولیت کا راز یہ ہے کہ وہ اس زمانہ میں رونما ہوا جب خالص ادب پر جمود طاری تھا اور پھر اس عالم میں غیر متوقع طور پر لوگوں کو ان کے یہ دلچسپ افسانے نظر آئے جو پاکیزگی اسلوب، شیریں بیانی اور حسن الفاظ کے ساتھ نہایت عمدگی سے درد وغم کی مصوری اور نہایت دلکش اسلوب سے

معاشرہ کے عیوب کی نشاندہی کررہے تھے۔

علاوہ ازیں ان کے ادب میں دوخامیاں بھی نظر آتی ہیں، ایک لفظی کمزوری دوسرے معنوی کوتاہی۔ لفظی کمزوری کی وجہ یہ ہے کہ منفلوطی کو اپنی زبان کا وسیع علم اور اس کے ادب پر گہری نظر حاصل نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ ان کے بیان اور تعبیر افکار میں غلطی، زائد الفاظ کی بھرمار اور الفاظ کے بے محل استعمال پائیں گے۔ اور معنوی تنگی کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے نہ علوم شرقیہ کو بہ کمال حاصل کیا تھا اور نہ وہ مغربی علوم سے براہ راست واقفیت رکھتے تھے، مختصراً یہ کہ نثر میں لطفی منفلوطی کو وہی جگہ حاصل ہے جو بارودی کو شاعری میں حاصل تھی۔

لطفی منفلوطی اپنی عمر عزیز کے تقریباً پچاس برس گذار کر ۱۹۲۴ء کو اس دنیا سے رحلت کر گئے۔

(١) الصدق و الكذب:

جاء ني هذا الكتاب من أحد الفضلاء .

يا صاحب النظرات :

سـمـعـتُ بـا لـصـدق ، و مـا وعـدالله به الصادقين من حسن الـمثوبة و جـزيـل الأجـر .. و سـمـعـت بـا لكذب .. و ما أعد اللـه للكاذبين من سوء العذاب و أليم العقاب ... و قر أت ما كتبه حكماء الأمـم مـن عهد آدم إلـى اليوم .. و إجـمـاعهـم أن الـصـدق فضيلة الفضائل والأصل الذى تتفرع عنه جميع الأخلاق الشريفة والصفات الكريمة .. و أنه ما تمسک به متمسک إلا كان النجاح فى أعماله ألصق به من ظلمه .. و أعلق به من نفسه ، سمعت هذا و قرأت ذاک فلم يبق فينفسى ريب في أن ما أنا مرزوء به فى حظه من شقاء، و عيشـى من الضنک ، و حياتى من الهموم والأكد ار ، إنما جرّه علىّ شـؤم الـكـذب أنـفـع من الصدق وأسلم عا قبة ، إنـمـا هو ضرب من ضـروب الوهم الباطل .. و نزعة من نزعات الشيطان ، فعا هدت الله و نـفسى ألا أكذب ما حييت ، و أعددت لذلک القسم العظيم عدته مـن شجاعة نفس و قوة عزيمة بعد ما وجهت وجهى إلى الله تعالى و سألته أن يمدّنى بمعونة و نصره.

هـا أنـا ذاكـر لک مـواقف الـصـدق التـى وقفتها بعد ذلک العهد، و ما رأيته من آثارها و نتائجها .

الموقف الأول :

جلست فى حانوتى فما وقف بى مسوم إلا صدقته القول فى الثمن الذى اشتريت به السلعة والربح الذى أريد ه لنفسى منها والذى لا أستطيع أن أعد نفسى رابحاً إذا تجاوزت عن بعضه .. فيأبى إلا الحطيطة فآباها عليه ، فينصرف عنى استثقالا للثمن و استعظاماً لقدره ، و ما هو إلا الربح الذى اعتدت آن آخذه منه في مثل تلك الصفة ، إلا أننى كنت أكذب عليه فى أصل الثمن فيصغر فى نظره الربح ،فلما صدقته عنه أعظمه وانصرف عنى إلى سواى ، و لم أزل على هذه الحال حتى أظلنى الليل ، و لم يفتح الله على بقوت يومى، و ماهى إلا آيام قلائل حتى عرفت فى السوق با لطمع والمغالاة فأصبحت لا يطرق باب حانوتى طارق .

الموقف الثانى :

جلست فى مجلس يتصدره شيخ من تجار العقول الضيِّقة المعروفين بمشايخ الطر ق.. و قد حفّ به جماعة من عبدته و سدنة هيكله فسمعته يشرح لهم معنى التوكل شرحاً غريباً يذهب فيه إلى أنه القعود عن العمل ، و إلقاء حبل هذا الوجود عل غاربه ، و إعراض عن كل سعى يؤدى إلى أيّة غاية ، و يعتمد فى هذيانه هذا على آيات يؤولها كما يشاء ، و أحاديث لا يستند فى صحتها على مستند سوى أنه سمعها من شيخه ، أو قرأها فى كتابه ، و أكثر ما كان يدور على

لسانه حديث " لو توكلتم على الله حق توكّله لرزقكم كما ترزق الطير تغدو خماصاً وترويح بطانا". فقلت له، و قد أخذ الغيظ من نفسى مأخذه :يا شيخ: أردت أن تحتج لنفسک فا حتججت عليها ، أتعمد إلى حديث يستدل به رواته على وجوب السعى والعمل فتستدل به على البطالة والكسل ، ألم تر أن الله سبحانه وتعالىٰ ما ضمن للطير الرواح بطاناً إلا بعد أن أمرها با لغدو ، وهى التى ترويها القطرة ، وتشبعها الحبة ، فكيف لا يأمر الانسان با لسعى ، وهو من لا تفنى مطالبه ، و لا تنتهى رغباته؟

أيهاالقوم ، إنكم تقولون بألسنتكم ماليس فى قلوبكم ، إنكم عجزتم عن العمل ، و أخلد تم إلى الكسل ، و أردتم أن تقيموا لأنفسكم عذراً يدفع عنكم هاتين الوصمتين فسميتم ما أنتم فيه توكلاً ، وما هو إلا العجز الفاضح، والإسفاف الدنيء.

وهنازفر الشيخ زفرة الغيظ ، و نادى في قومه : أن أخرجوا هذا الزنديق الملحد من مجلسى ، فتألبوا علىّ تألبهم على قصاع الثريد ، و أسعونى لطماً و صفعاً ، ثم رموا بى خارج الباب ، فما بلغت منزلى حتى هلكت أو كدت ، فما مررت بعد ذلک بطائفة من العامة إلا رمونى بالنظر الشزر. وعاذوا با لله من رؤيتى كما يعوذون به من الشيطان الرجيم .

الموقف الثالث:

لا أكتمک يا سيدى،أنى كنت أبعض زوجتي بغضا يتصدع له القلب ، غير أنى كنت أصانعها و أتودد إليها و أمنحها من لسانى

مـاليـس له أثر في قلبي ، مداورة لها و إبـقـاء على ما تحتويه يدي من صبـابة مـالا كـانـت لهـا ، فرأيت أن ذلك أكذب الكذب و أقبحه ، يـاليت على نفسى ألا أسدل بعد اليوم من دو نها حجاباً يحول بينها و بيـن سـريـرتـى ، فـانـقـطع عن مسمعها ذلك السلسبيل العذب من كـلـمات الحب ، فا ستو حشت منى و أظلم ما بينى و بينها ، فما هى إلا عشية أو ضـحـاهـا ، حتـى وهـنـت تـلـك الـعقدة و انحل ذلك الوثاق ، و ختمت سورة الفراق بآية الطلاق .

الموقـف الرابع :

حـضـرت مـجتـمـعـاً يضم بين حا شيته جماعة من الفضولين الـذيـن تضيق بهم مذاهب القول فيلجأون إلـى الحديث عن الناس و تتبـع عثـراتهم ، و يحاولون أن ينبشوادفائن صدورهم ، و يتغلغلوا فى أطـواء سـرائـرهم ، و يغالون فى ذلك مغالاة الكيميائى في تحليله و تر كيبه ، فر أيتهم يتناولون بألسنتهم رجلا عظيما من أصحاب الآراء السيـاسية لا أعتـقـد أن بيـن السـالـكيـن مسلكه والآخذين أخذه من أخلص لأمته إخلاصه ، أو وقف المواقف المشهورة وقوفه ، أو لا قى فـى ذلك السبيـل مـن صـدمـات الـدهـر و ضـربات الأيام مالاقاه ، سـمعتهم يسمونه خائناً،فوالله لأن تقع السماء على الأرض أحب إلىّ من أن يتّهم البري ء أو يجازى المحسن سوء اً على إحسانه ، سمعت مـالـم أمـلـك نـفسى معه ، فقلت يا قوم ، أتطالعون من كتاب الحرية مـائة صـفـحة و نيّـفـاً ثـم لا تزالون عبيد الأوهام ، أسرى الخيالات ،

سـراعاً إلـى كـل داع ، سـعـادة مـع كل ساع ، تنظرون بغير رويّة ، و تحكمون بغير علم،إنكم بعملكم هذاتزهدون المحسن فى إحسانه ، وتـلـقـون الـرعـب فى قلب كل عامل يعمل لأجلكم ، و تثبطون همّة كـل مـن يـحدّث نفسه بخدمتكم و خد مة قضيّتكم ، أليس مما يلقى فـى النفس اليأس من نجاحكم و صلاح حالكم ، أن نراكم طعمة كل آمـل ، و لـعبة كـل لا عـب ،و يستهـويـكم الكا ذب با لكلمات التى تستهـوي بهـا الـمـرضعات أطفالهن ثم يدعوكم إلـى مـناوأة الصادق فتمنحون الأول ودّكم و إخلاصكم ، والثانى بغضكم و مو جدتكم ، خـا طبتـم بهـذه الـكـلـمات أريد بها خيراً لهم ، فأرادوا شراً بى! فما خـلصت من بينهم إلا و أنـا ألـمـس رأسى بيدي لأعلم أين مكانها من عنقي!

الموقف الخامس:

قابلنى فى الطريق شاعر يحمل في يده طوماراكبيراً ، و كنت ذاهباً إلـى موعد لا بد لى من الوفاء به، فرض على أن يسمعنى قصيدة مـن طريف شعره ، و أنا أعلم الناس بطريفه و تلميذه ، فا ستعفيته بعد أن كـا شـفتـه يـعذرى فأبى ، فا نتحيت به نا حية من الطريق و تليده ، فـاستـعـفيتـه بـعـد أن كـا شـفته بعذرى فأبى ، فا نتحيت به ناحية من الـطـريـق فـأنشـأ يترنم با لقصيدة بيتاًبيتاً ، و أنا أشعر كأنما يجر عنى السم قطرة قطرة ، حتى تمنّيت أنه لو ضر بنى بها جملة واحدة يكون فيها انقضاء أجلى ليريحنى من هذا الباب المتقطع والتمثيل الفظيع ، و كلما أتى على بيت منها أقبل علىّ بوجهه ، و أطال النظر في وجهي

و حـدّق فـى عيـنى ، ليعلم كيف كان وقع شعره من نقسى ، فإذا رأى تـقـطيـب و جهى ظنه تقطيب الشارب لا رتشاف الكأس فيستمر فى شـأنـه حتـى أنشـد نحو خمسين بيتاً، ثم وقف و قال : هذا هو القسم الأول أقسـام مـن أقسـام الـقـصيـدة ، فـقـلـت ، و كم عدد أقسامها يـرحمک الله ؟ قال : عشرة ليس فيها أصغر من أولها ، قلت : و كم أتـأذن لـى أن أقول لک يا سيدى أن شعرک قبيح، وأقبح منه طوله ، و أقبـح منه طوله ، و أقبح من ذا وذاک صوتک الخشن الأجش ، و أقبـح الثـلاثة اعتـقـادک أنى من سخافة الرأي و فساد الذوق بحيث يـعـجبنى مثل هذا الشعر البارد عجباً يسهل على فوات الغرض الذى مـا خـرجت من منزلى إلا لأجـلـه .. فتـلـقـانى بضربته بجمع يده فى صـدرى ، فـرفـعت عصاى وضربته بها علي رأسه ضربة ما أردت بها يـعلم الله إلا أن أصيـب مـركـز الشعر من مخّه فأفسده عليه فسقط مشيـاً عـليـه، وسـقطت القصيدة من يده فأسرعت إليهـا و مزقتها ، و أرحـت نـفسـى مـنهـا ، و أرحت الناس من مثل مصيبتى فيها ، و كان الشرطى قد وصل إلينـا فاحتملنا جميعاً إلـى المخفر ثم إلى السجن حيث أكتب إليک كتابى هذا .

فيـا صـاحـب الـنـظرات أفتنى في أمرى ، و أنِر ظلمة نفسى ، فـقـد أشـكـل علىَّ الأمر ، و أصبت أسوأ الناس با لصدق ظناًّ ، بعد ما رأيت أنى ما وقفت موقفه فى حياتى إلا خمس مرات ، فكانت نتيجة ذلک إفـلاسـى و خـراب بيتـى ، و اتّهـامـى بـا لـخيانة مرّة والزندقة أخرى ، ذلک إلـى مـا أقاسيه اليوم في هذا السجن من أنواع الآلام ،

وصنوف الأقسام .

أيها السجين:

كتبت الىَّ مسح الله ما بک ،و ألهمت صواب الرأى في حالک تشکو من جناية الصدق عليک ما وقف بک موقف الشک في أمره ، وكاد يزلق بک الى الاعتقاد أنه رذيلة الرذائل لا فضيلة الفضائل ، و ما كان لک أن تجعل لليأس هذا السبيل إلى نفسک ، و أن يبلغ بک الجزع من نكبات العيش و ضربات الأيام مبلغاً يذهب برشدک ، و يطير بلبّک، فما أنت بأول صادق فى الأرض و لا بأول من لقى فى سبيل الصدق شراّ، و كا بد ضراً.

إنک لو فهمت معنى الفضيلة حق الفهم و صبرت على مرارتها حق الصبر لذقت من حلاوتها ما تقطع دونه أعناق الرجال.

ليست الفضيلة وسيلة من وسائل العيش أو كسب المال ، و انما هى حالة من حالات النفس تسمو بها إلى أرقى درجات الإنسانيةو تبلغ بها غاية الكمال.

ان الذى يطلب الفضيلة ليستكثر بها ماله، أويرقّه بها عيشه ، يحتقر ها ويزدر بها ، لأنه لا يفرق بينهما و بين سلعة التاجر وآلة الصانع .

ليس من صواب الرأي أن يجعل الانسان حالة عية ميزاناً يزن به أخلاقه فإن اتسع عيشة اطمأن إليها ، و ان ضاق أساء الظن بها، فكم رأينا بين الفاضلين أشقياء ، و بين الأرذلين كثير اً من ذوى النعمة والثراء!

لا يستطيع الرجل الفاضل أن يبلغ غايته من عيشه إلا إذا استطاع أن ينزل من نفوس الـنـــاس مـــنازل الحب والإكرام ، و لن يستطيع ذلک إلا إذا عاش بين قوم يعرفون الفضيلة و يعظمون شأنها ، و لن يكونوا كذلک إلا إذا كانوا فضلاء أو أشباه فضلاء ، و السود الأعظم الذى يمسک بيده أسباب العيش و يملک ينابعه : سواد أبله سادج يبغض الصادق لأنه يصادره في ميوله و أهوائه و ينقم منه جهله و غباوته ، و يحب الكاذب لأنه لايزال يزين له أمره حتى يحبب اليه نفسه ،فلا بدّ للصادق من صدر يسع هموم العيش ، و قلب يحمل بغض القلوب ليبلغ غايته من إصلاح النفوس و تهذيبها كمايبذل المجاهد حياته و دمه ليبلغ غايته من الفوز والانتصار .

الصدق جنة حفت بالمكاره ، فإن كا ن للصادق في جنة الصدق أرب فليحمل في سبيلها ما حمله الأنبياء والمرسلون والحكماء والقائمون بإصلاح المجتمع الإنسانى ودعاة المطالب الدينيّة والسياسيّة.

كما أن الجود يفقر والإقدام قتال ، و كما أن لكل فضيلة من الفضائل آفة من الآفات توعر طريقها و تبعد منالها إلا على أيدى الصابرين المخلصين ، كذلک للصدق آفة من مصادقة الكاذبين وهم الأكثرون ، للصادقين وهم الأقلون .

أتريد آيّها الرجل أن تسمّى صادقاً ، و أن تنال أشرف لقب يستطيع أن يناله بشر ، و أن يوافيک المجد طائعاً مذعناً دون أن تبذل في سبيله شيئاً من مالک أو راحتک ؟

إنک إن أردت ذلک أو قـدّرتـه في نفسک، تظلم الفضيلة ظـلـمـاً بيـنـاً و تـر خـص قيـمتها و تلق بها في مدارج الطرق و تحت مواطئ النعال.

أيـحـزنک انـصـراف الأغـنيـاء عن حـانوتک أو اتّهـامک بـالزندقة والإلـحـاد أو الـمروق والخيانة ، و ترى أنّ ذلک كثير فى سبيـل بـلوغک منزلة الصدق وإحـرازک فـضيـلته ، و أنت تعلم أنّ الـفـاضـليـن قد بذلوا من قبلک أكثر مما بذلت ، في سبيل احراز ما أحرزت ، فما ندموا ولا حزنوا؟

أيها السجين الشريف :

هـنيئاً لک السجن الذى تكا بده ، وهنيئاً لک البغض الذى تـحتـمـلـه ، و هنيئاً العيش الذى تعالج همومه ، فوالله لأنت أرفع في نـظري من كثير من أولئک الذين يعدّهم الناس سعداء ، و يسمونهم عظماء.

لا تـظـلـم الـصـدق و لا تـكـن سيىء الظن به، و كن أحرص الناس على ولائه و مودته ، و إياک أن يخدعک عنه خادع ، و اصبر قـليلاً يثـمـر لک غـر سـه و يـمتد عليک ظلّه ، و هنا لک تجد في نـفسک مـن الـلـذة والغبطة ما لو بذل فيه ذوو التيجان تيجانهم ، و أرباب الكنوز كنوزهم ، لما استطاعوا إليه سبيلاً.

(٢) **الغنى و الفقير**:

مـررت ليـلة أمـس بـرجـل بائس فرأيته واضعاً يده على بطنه كـأنما يشكو ألماً ، فرثيت لحاله و سألته : ماباله؟ فشكا إلىَّ الجوع، فـفثأته عنه ببعض ما قدرت عليه ، ثم تركته و ذهبت إلى زيارة صديق لـي مـن أربـاب الثـراء والنعمة ، فأدهشنى أنّى رأيته واضعاً يدها على بـطـنـه ، و أنه يشكو من الألم ما يشكو ذلـك البائس الفقير ، فسألته عما به فشكا إلـىَّ البـطنة ، فقلت : يا للعجب ! لو أعطى ذلـك الغنى ذلـك الفقير ما فضل عن حاجته من الطعام ما شكا واحد منهما سقماً ولا ألماً.

لـقـد كـان جـديراً به أن يتناول من الطعام ما يشبع جوعته ، و يـطفىء غلته، و لكنه كان محباً لنفسه ، مغالياً بها، فضم إلى مائدته ما اختـلسـه مـن صـحـفة الفقير فعاقبه الله على قسوته با لبطنة ، حتى لا يهـنـأ لـلـظالم ظلمه و لا يطيب عيشه ، و هكذا يصدق المثل القائل : بطنة الغنى انتقام لجوع الفقير .

مـا ضنت السماء بمائها ، و لا شحّت الأرض بنباتها ، و لكن حسـد الـقـوى الـضـعيف عـليها فزواهما و احتجنهما دونه ، فأصبح فـقيـراً مـعدماً ، شاكياً متظلماً ، غرماؤه المياسير الأغنياء ، لا الأرض والسماء.

ليتـنـى أمـلـك ذلـك الـعـقـل الـذى يـملكـه هؤلاء الناس ،

فأستطيع أن أتصور كما يتصورون ، حجة الأقوياء في أنهم أحق بإحراز المال ، وأولى بامتلاكه من الضعفاء ، إن كانت القوّة حجتهم عليه، فلم لا يملكون بهذه الحجة سبل أرواحهم كما ملكوا سلب أموالهم ؟ و ما الحياة في نظر الحيّ بأثمن قيمة من اللقمة في يد الجائع ، و إن كانت حجتهم أنّهم ورثوا ذلك المال عن آبائهم قلنا لهم : إن كانت الأبوّة غلة الميراث فلم ورثتم أباؤ كم في أموالهم ولم ترثوهم مظالمهم؟ فلقد كان آباؤ كم أقوياء فا غتصبوا ذلك المال من الضعفاء ، و كان حقاً عليهم أن يردوا إليهم ما اغتصبوا منهم ، فإن كنتم لا بد ورثاء هم فا خلفوهم في ردّ المال إلى أربابه، لا في الاستمرار على اغتصابه.

ما أظلم الأقوياء من بنى الإنسان،و ما أقسى قلوبهم ، ينام أحدهم ملأ جفنيه على فرا شه الوثير ، و لا يقلقه فى مضجعه أنه يسمع أنين جاره ، وهو يرعد برداً وقراً ، و يجلس أمام مائده حافلة بصنوف الطعام قديده و شواء حلوه و حامضه ولا ينغض عليه شهوته علمه. أن بين أقربائه و ذوى رحمة من تتواثب أحشاؤه شوقاً إلى فتاة تلك المائدة و يسيل لعابه تلهّفاً على فضلاتها ، بل إن بينهم من لا تخا لط الرحمة قلبه ولا يعقد الحياء لسانه، فيظل يسرد على مسمع الفقير أحاديث نعمته ، و ربما استعان به على عد ما تشتمل خزائنه من الذهب و صناديقه من الجوهر و غرفه من الأثاث والريش ، ليكسر قليل و ينغض عليه عيشه و يبغض إليه حياته و كأنه يقول له فى كل كلمة من كلماته و حركة من حركاته : أنا سعيد لأنى غنىٌّ ، و

أنت شقى لأنک فقيرٌ.

أحسب لو لا أن الأقوياء فى حا جة إلى الضعفاء يستخدمونهم فى مرافقهم و حا جا تهم كما يستخدمون أدوات منازلهم ، و يسخرون فى مطالبهم كما يسخرون مراكبهم ، و لو لا أنهم يؤثرون الإبقاء عليهم ليمتعوا أنفسهم بمشاهدة عبوديّتهم لهم و سجودهم بين أيديهم ، لا متصّوادماء هم كما اختلسوا أرزاقهم ، و لحرموهم الحياة كما حرموهم لذّة العيش فيها .

لا أستطيع أن أتصور أن الإنسان إنسان حتى أراه محسناً ، لأنى لا اعتمد فصلاً صحيحاً بين الإنسان والحيوان إلا الإحسان ، و إنى أرى الناس ثلاثة رجل يحسن إلى غيره ليتخذ إحسانه إليه سبيلاً إلى الإحسان إلى نفسه ، وهو المستبد الجبّار الذى لا يفهم من الاحسان إلا أنه يستعبد الإنسان، ورجل يحسن إلى نفسه و لا يحسن إلى غيره وهو الشره المكالب الذى لو علم أن الد.....السائل يستحيل إلى ذهب جامد لذبح فى سبيله الناس جميعاً ، ورجل لا يحسن إلى نفسه و لا غيره وهو البخيل الأحمق الذى يجيع بطنه ليشبع صندوقه، و أما الرابع : وهو الذى يحسن إلى غيره ، و يحسن إلى نفسه ، فلا أعلم له مكاناً ، ولا أجد اليه سبيلاً ،وأحسب أنه هو الذى كان يفتّش عنه الفيلسوف اليو نانى "ديو جين الكلبى" حينما سئل : ما يصنع بمصاحبه ؟ و كان يدور به فى بياض النهار ، فقال :" أفتّش عن إنسان".

(٣) فى سبيل الاحسان:

الإحسان شيء جميل ، و أجمل منه أن يحل محله ، و يصيب موضعه ، الإحسـان فى مصر كثير، ووصوله إلـى مستحقه و صاحب الحا جة إليـه قليل ، فلو أضاف المحسن إلى إحسانه إصابة المو ضع فيه لما سمع سامع فى ظلمة الليل شكاة بائس ، و أنه محزون.

ليس الإحسـان هـو العطاء كما يظن عامّة الناس ، فا لعطاء قد يـكـون نـفـاقـاً و ريـاء ، و قد يكون أحبو لة ينصبها المعطى لاصطياد الـنفوس والأعناق ، و قد يكون رأس مال يتجر فيه صاحبه ليذل قليلا و ير بح كثيراً.

إنـما الإحسـان عـا طـفة كـريـمة مـن عوا طف النفـس تتألم لـمـنـاظـر البـؤس و مصارع الشقاء: فلو أن جميع ما يبذله الناس من المال يسمونه احساناً صادر عن تلك العا طفة الشريفة ، لما تجاوز محلّه ،و لا فارق موضعه .

فوضى الاحسان

الإحسـان فى مصر فو ضى لا نظام له، يناله من لا يستحقه ، و يـحـرم مـنـه مستـحقه ، فلا بؤساً يرفع ، و لا فقراً يدفع ، فمثله كمثل السحاب الذى يقول فيه أبو العلاء

و لو أن السحاب همى بعقل لما أروى مع النخـل القتادا

الإحسان فى مصر أن يد خل صاحب المال ضريحاً من أضرحة المقبورين فيضع فى صندوق النذور قبضة من الفضة أو الذهب ريما يتناولها من هو أرغد منه عيشا و أنعم بالاً ، أو يهدى ما يسميه نذراً من نعَم و شاءٍ إلى دفين فى قبره قد شغله عن أكل اللحوم و التفكه بها ذلک الدود الذى يأكل لحمه و السوس الذى ينخر عظمه ، و ما أهدى شاته ولا بقرته لو يعلم إلا إلى "وزارة الأوقاف" و كان خيراً له أن يهديها إلى جاره الفقير الذى يبيت ليله طاوياً يتشهى ظلفاً يمسک رمقه ، أو عرقوباً يطفىء لوعته .

و أعظم ما يتقرب به محسن إلى الله ، و يحسب أنه بلغ من البر و المعروف غايتيهما : أن ينفق بضعة آلاف ، من الدنانير فى بناء مسجد للصلاة فى بلد مملوء با لمساجد ، حا فل با لمعابد ، و فى البلد كثير من البائسين و ذوى الحاجات، ينشدون مواطن الصلات ، لا أماكن الصلوات ، أو يبنى بنية ضخمة مرفوعة القباب ، فسيحة الرحاب ، مموّهة الجوانب و الأركان ، مذهّبة السقوف و الجدران يسميها "سبيلاً" و لا يهولنّک هذا الاسم الضخم ، فكل ما فى الأمر أن السبيل مكان يشتمل على حو ض من الماء ربما لا يكون بينه و بين ماء النهر إلا بضع خطوات ، على أن الماء كالهواء ملء الأرض والسماء ، و يقف الضيا ع الواسعة من الأرض لتنفق غلتها على أقوام من ذوى البطالة والجهالة نظير انقطاعهم لتلاوة الآيات ، و تر ديد الصلوات ، و قراء ة الأحزاب والأوراد ، وهو يحسب أنه أحسن إليهم ، و لو عر ف موضع الاحسان لأحسن إليهم بقطع ذلک

الإحسـان عـنهـم عـلّهـم يتـعـلمون صناعة أو مهنة يرتزقون منها رزقاً شريفاً ، فإن كـان يـظن أنه يعمل فى ذلـك عملاً يقربه إلـى الله تعالى أجـل من أ ن يعبأ بعبادة قوم يتخذون عبادته سلماً إلى طعام يطعمونه ، أو درهـم يتـنـاولـونـه ، أو يـفتـح أبـواب مـنـزلـه لهؤلاء المحتـالين الـمتـلـصـيـن الـذيـن يسـمـونهـم مشـائخ الطرق ، و لو أنصفوهم لسـمـوهـم قـطـاع الـطـرق ، و لا فـرق بيـن الفريقين : إلا أن هؤلاء يتسـلـحـون بـا لبـنـادق والـعـصى ، و أولئـك يتسلحون بـا لسبح والـمسـاويـك ، ثـم يسـقـطـون عـلـى الـمـنازل سقوط الجراد على الـمـزارع ، فـلا يتركون صادحاً و لا باغماً ولا خفاً و لا حا فراً ، و لا شيـئـاً مما تنبت الأرض من بقلها و قثائها و فو مها و عدسها و بصلها ..إلا أتوا عليه .

أسوأ الاحسان

لا أر مـالاً أضيـع و لا عـملاً أخيـب ولا إحسـانـاً أسـوأ من الإحسان إلى هؤلاء المتوسلين يطوفون الأرض و يقلبونها ظهراً لبطن ، و يـجتـمـعـون فـى مفارق الطرق ، و زوايا الدروب ، و على أبواب الأضـرحة والـمـزارات يـصـمـون الأسـمـاء بأصواتهم المزعجة ، و يـقـذون الـنواظر بمناظر هم المستشبعة ، و يزاحم بمناكبهم الفارس والـراجـل ، و الجالس والقائم ، فلو أن نجماً هوى إلى الارض لهووا على أثره ، أو طائر اً طار إلى الجو لكانوا قوادمه و خوافيه .

و إن شـئـت أن تـعـرف الـمتسـول معرفة حقيقية لتعرف هل

يستحق ... و حنانک ، و هل ما تسديه إليه من المعروف تسديه إلى صاحب حاجة ، فاعلم أنه فی الأ عم الأغلب من أحواله رجل لا زوجته لو و لا ولد ينفق عليهما ، و لا مسكن له يحتاج إلى مؤن و مرافق ، و لا شهوة لو فی مطعم أو مشرب أو ملبس حتى لو علم أن الانقطاع عن ذلک الخسيس من الطعام و القذر من الشراب لا يقعده عن السعی فی سبيله لانقطع عنه، وهو لو شاء أن يتزوج أو يتخذ مأوى يأوى إليه لفعل ، و لو جد فی حر فته متّسعا لذلک ، و لكنه الحر ص قد أفسدت قلبه و أمات نفسه ، و لا نية له فی اصلاح شأنه به اذا اجتمع عنده ما يقوم بذلک ، بل ليدفنه فی باطن الأرض حتى يدفن معه، أو لينظمه فی سلک مرقعته حتى يرثه الغاسل من بعده ، و لقد يبلغ به الحرص الدنیء و الشره السافل ، يحمل فی المال ما لا يستطيع مجاهد أن يحمل فی سبيل الله ، فيتعمد قطع يده و ساقه أو إتلاف عينيه أو إحداهما ، ليستعطف القلوب عليه، و كثير اً ما يحسد صاحبه إذا رآه أكثر منه دمامة ، و أعظم تشويهاً.

كما يحكى أن شحاذاً مقطوع الساق قد وضع مكانها أخرى من الخشب تقابل مع آخر كفيف البصر ، فتنافسا فی مصيبتهما أيتهما أقذى للأعين و أقتل للنفوس ، و أجلب للرحمة والشفقة ، فقال الأول للثانی: لقد وهبک الله نعمة العمی و منحک بسلب ناظر يک أفضل حبالة لاصطياد القلوب واستفراغ الجيوب ، فقال له صاحبه : و أين يبلغ العمی من هذه القدم الضخمة الثقيلة التی

تجلب فى كل عام وزنها ذهباً؟

إن أكبـر جـريـمة يجرمها الإنسان إلى الإنسـانية أن يسـاعد هؤلاء المتوسلين بماله على الاستمرار في هذه الخطة الدنيئة فيغرى كل من شعر فى نفسه با لميل الى البطالة و إيثار الراحة با لسعى على آثـارهـم ، والاحتـراف بـحـر فتهـم ، فـكأنه قطع من جسم الإنسانية عـضـواً كـاملاً، لو لم يقطعه لكان عضواً كاملاً، فكأنه هدم بعمله هذا جـمـيـع المساعى الشريفة التى بذلها الأنبياء والحكماء قروناً عديدة لإصلاح المجتمع الإنسانى ، و تهذيب أخلاقه ، و تخليصه من آفات الـجـمود والخمول ، فهل رأيت معروفاً أقبح من هذا و إحساناً أسوأ من هذا الإحسان؟!

تنظيم الاحسان

ليسـت كـميّة الـمـال التـى يـنـفـقهـا المحسنون فى سبيل الإحسان مما يستهان به، فلو قال قائل : إنها تبلغ في مصر وحدها كل عام مليوناً من الذهب لما أخطأ التقدير .

سـألـت رجلاً مـن وجوه الريفين المعروفين با لبرّ والاحسان عن كميّة ما ينفقه كل عام هذا السبيل ، فأطلعنى على جريدة حسابه فرأيتها هكذا :

جنيه .

١٠ و لائم لمشائخ الطر ق.

٦٠ ليالي في موالد البيومى و العفيفي والدشطوطي.

٧٢ مرتبات قراءة القرآن والدلائل والصلوات في مسجده و منزله .

٣٠ هبات لجماعة الطوّافين في البلاد الذين يستجدون باسم
المجد القديم والشرف الدائر .

١٨ صدقات للمتوسلين على تقدير خمسة قروش يوميّاً تقريباً.

١٠ توضع في صناديق الأضرحة .

٤٠ ثمن خبز و لحم وملابس توزّع في المواسم الدينيّة

. ٢٤٠ المجموع

فهذه أربعون و مائتا جنيه ينفقها فى سبيل الاحسان رجل واحد من متوسّطى الثروة فى عام واحد ، و في مصر مئات مثله و عشرات يزيدون عليه و آلاف يقلون عنه ، فلا غرابة في أن يقدر هذا النوع من الإحسان بمليون جنيه ينفقه منفقوه على غير شيء سوى إغراء الكسلان بكسله و حمل العامل على ترك عمله ، و في اعتقادى لو أن هذا المقدار حل من الإحسان محله ، و أصاب منه موضعه، و أنفق في سبيل الخير النافعة ، ووجوه البر الحقيقية ، لارتقى با لأمة المصريّة إلى ذروة الكمال ، و لكان له الأثر الجليل في وصولها إلى ما تتطلّع إليه من هناء العيش و سعادة الحياة .

لذلك أقترح في تنظيم الإحسان إقتراحاً نافعاً و أدعو الكاتبين الذين لا مصلحة لهم في اثارة الخواطر و تهييج النفوس ، و

ضـرب الناس بعضهم ببعض ، أن يساعدونى بأقلامهم على تحقيق ما أتمناه في هذا المقترح المفيد.

أقتـرح أن يـقـوم جماعة من سراة الأمة ووجوهها و أصحاب الـرأى فيهـا بتأليف مجتمع في القاهرة يسمى " مجتمع الإحسان" و يكون له في كل مدينة من مدائن الأقاليم فرع تابع له.

أمـا أعـمـالـه التى أحب أن يقوم بها با لاتّحاد مع فروعه فهى ثلاثة:

أ استخدام فريق من مهرة الكتاب و فصحاء الخطباء يقومون بتعليم أفرادالأمة بكـل واسطة من وسائلالنشروبكل وسيلة منوسائل الـتـأثير معنى الإحـسـان ، و ما هو الغرض منه، و ما هى أفـضـل وجوهه ، و أي أنواعه أجمع لخيري الدنيا والآخرة .

ب بذل الجهد فى حمل الناس علـى اعـتـبـار مجتمع الإحسان هذا بيت مال لهم أو وكالة عامة عـنـهم تـتولى جمع الـصدقات منهم و تو زيعها على مستحقيها و حسـبها أن تأخذ من كل فرد فـي عام مجموع ما يحسن به عـادة في ذلك العام ، فلا يكون بعد ذلـك مأخوذاً بـشـيء من الإحسان أمام ربّه ، و أمام أمته أكثر مما قدّمه لهذا المجتمع.

ج إنفاق مايجتمع من المال على تر بية اليتامى الـذين لاكـا سب لهم والقيام بأود الـعـاجزين عن الكسب و تفقّد شؤون الذين نكبهم الدهر و تـنـكّر لهم بعد العزة والنعمة ،

وصـــيـانة ماء وجو ههم أن تراق عـــلى تراب الأعتاب ، والإنفاق على تعليم مَن يتوسم فيهم الذكاء والفطنة و ير جى أن تنتفع به الأمة في مـستـقبلها من أبناء الفقراء ، الى أمثال هذه الأعمال الـــخيرية الشريفة التى لا يـتـــحقق الإحسان بدو نها ، و لا ينصرف معناه إلا إليها. أنا أعتقد اعتقاداً لاريب فيـه أن من يخطوا الخطوة الأولى فى سبيل هذا العمل الجليل ، و مَن يـضـع الـحجر الأول في بناء مجتمع الإنسـان ، هـو أفضل عامل فى الوجود و أشرف إنسان.

(٤) البعوض والإحسان:

جلست ليلة أمس إلى منضدتى و علّقت قلمى بين أصابعى ، و أنشأت أفكر فى الموضوع الذى يجمل بي أن أكتب فيه.. و تلك عادتى التى يعرفها عنّي كثير من خلطائى و عشرائى : أننى لا أميل إلى الكتابة في بياض النهار ، و لا أحب أن أخط حرفاً على ما أحب و أرتضى إلا في ظلام الليل وهدوئه .

و لا يظن المولعون با كتناه الحقائق واستشفاف الضمائر من إخواننا الفضوليين أننى أريد بذلك مراعاة النظير بين سواد المداد و سواد الظلام ، أو أننى أترقب طلوع النجم لأتسلّق أشعته إلى سماء الخيال ، فكل ذلك لم يكن ، و ليس فى الناس مَن هو أدرى بدخيلة أمرى منّى ، و كل ما في المسألة أن هذه عادتى و تلك طريقتى ، و كفى.

لم أكد أفرغ من التفكير فى الموضوع حتى شعرت بطنين البعوض في أذني ، ثم أحسست بلذعاته في يدى ، فتفرّق من ذهنى ما كان مجتمعاً و تجمع من همّى ماكان مفترقاً ، و لم أر بدّاً من إلقاء القلم و إعداد العدّة لمقاومة هذا الزائر الثقيل.

طاردته با لمذبّة فما أجدى ذلك نفعاً لأنه على الطيران أقوى منّي على المطاردة ، و فتحت النوافذ لأخرج ما كان داخلاً ، فدخل ماكان خارجاً ، و حاولت قتله فوجدته مبعثراً ، ولو كان

مـجتـمـعـاً فى دائرة واحدة لهلك بضربة واحدة، و لم أر في حياتى أمة يـنـفـعهـا تـفرقها و يؤ ذيها تجمّعها غير أمة البعوض ، فما أضعف هذا الإنسـان ، و مـا أضل عقله في اغتراره بقوّته و اعتداده بنفسه ، و اعتـقـاده أن في يده زمام الكائنات يصرفها كيف يشاء و يسيّرها كما يـريـد ! و أنـه لـو أراد أن يـذهـب بنظام هذا الوجود ، و يأتى له بنظام جديدلما كان بينه و بين ذلك إلا أن يرسل أشعّة عقله دفعة واحدة، و ويشحـــذ سيف ذكا ئه ، و يبتعث عزيمته و يقتدح فكرته .

يـزعـم ذلك ، وهـويـعلم أنه أضعف من أن يحتال لنفسه في مـدا فـعة أصغر الحيوان جسماً و عقلاً ، و أدناها قيمة و شأنا، بيد أنه يـعـلم ذلك بلسانه ، و فى فلتات وهمه ، و لو علّمه علماً يتغلغل فى نـفسـه ، و يتـمثـل فى سويداء قلبه لكفكف من خلوائه ، و خفض من كبـريـائه ، و علم علم اليقين أن الإنسـان العاقل ، والحيوان الملهم ، والـنبـات الـنـامـي ، والـجـماد الجامد ، سواء بين أيدى القوة الإلهية الكبرى ، التى لا ينفع نفعها حول و لا قوة .

عـلمت أنى عييت بأمر هذا الحيوان ، فلذت بجانب الصبر ، والصبر كما يعلم معشر الصابرين حجة العاجز ، و حيلة الضعيف و أيسـر ما يستطيع أن يد فع به دافع عن نفسه ملامة الائمين ، و فضول الـمتـطـفّـلـيـن ، و قـلـت فـى نـفسـى: لـوكـان البعوض يفهم ما أقول لـقـصـصـت عـلـيـه قصتى ، و شرحت له عذرى ، و سألته أن يمنحنى سـاعة واحدة أقوم فيها بكتابة رسالتى هذه، ثم هو بعد ذلك فى حل من جسمى و دمي ، ينزل منهما حيث يشاء ،و يمتص منهما ما يشاء ،

و لـكنه و يا للأسف لا يسمع شكاتى ، و لا يرحم ضراعتى و لا يفهم قيمة المروء ة ،لأنّه ليس بإنسان .

أحسـب أن لـذعـات البعوض قد أخذت مأخذها من عقلى و فهـمى ، و أنى بدأت أهذى هذيان المحموم ، فمن أين لى أ ن لو كان البعوض إنسـانـاً كـان يسمع شكاتى، و يكشف ظلامتى ، أو أنه يفهم مـعـنـى الـرحمة و يعرف قيمة المروء ة ، و متى كان الإنسان أحسن حـالاً مـن البـعـوض و أرحـم مـنـه قلباً و أشرف غاية ، فأتمنى لو كان مـكـانـه؟ بـل، و من أين لي أن في صورته الضئيلة و جناحه الرقيق ؟ و أى غرابة في أن تخيل ذلك ما دام الإنسان والبعوض سواء في حب الشر والميل إلـى الأذى ، و مـا دامـت الصورة الجثمانية لا قيمة لها فيجانب الجواهر الذاتية ، و الأجر المقوّمة للماهيّة ؟

أى قيـمة لـما يمتصّه البعوض من جسم الإنسـان مجتمعاً في جانب يمتصه القاتل من جسم المقتول منفرداً.

إن البـعـوض فـي امتـصـاصـه الـدم من الجسم أقل من القاتل ضرراً و أشرف غاية ، و أجمل مقصداً ، لأنه إن أذى الجسم فقد أبقى عـلى الحياة ، و لأنه يطلب عيشه الذى يحيا به، وهذا طريقه الطبيعى الـذى لا يـعـرف له طريقاً سواه و لا يستطيع أن يرى لنفسه غيره و لو استـطـا ع لـعـافت نفسه أن يكون كالإنسـان يتـطـو ع للشر و يتعبد با لضرّ.

إنـى وجـدت بيـن الانسـان والبـعوض شبهاً قريباً في صفات كثيرة أنا ذاكر لك طرفاً منها و تارك لفطنتك الباقى.

البـعـوض يمتص من الدم فوق ما يستطيع احتماله ، فلا يزال يشـرب حتـى يمتلي ء فينفجر فهو يطلب الحياة من طريق الموت ، و يفتّش عن النجاة في مكامن الهلاك ، وهو أشبه شيء بشارب الخمر : يتـنـاول الـكـأس الأولـى منها ، لأنه يرى فيها و جه سروره و صورة سـعـادـة ، فتـطـمعه الأولى في الثانية ، و الثانية فى الثالثة ، ثم لا يزال يـلـح با لشراب على نفسه حتى يتلفها و يؤدى بها، من حيث يظن أنّه ينعشها ، و يجلب إليها سرورها وهناء تها .

البـعوض سيّء التصرف في شؤون حياته ، لأنه لا يسقط على الجسم إلا بـعد أن يدل على نفسه بطنينه وضوضائه . فيأخذ الجالس مـنه حذره و يدفعه عن مطلبه ، أو يفتك به قبل بلوغه إليه، فمثله في ذلك كـمثـل بـعـض الـجهـالة مـن أصـحـاب المطالب السياسيّة : يـطـلبـون الـمـآرب الـنـافـعة الـمفيدة لأنفسهم و لأمتهم غير أنهم لا يـكتـمـونها ، و لا يحسنون الا حتفاظ بها في صدورهم ، و لا يبتغون الوسيلة إليها إلا بيـن الـصـراخ والـضجيج ، و لا يمسكون با لحلقة الأولـى مـن سـلسـلتهـا حتـى يـمـلأوا الخافقين بذكرها ، و يشهدوا الـمـلأالأعلى والأدنى عليها ، و هنا لك يدرك عدوّهم مقصدهم ، فيعدّ له عدّته و يتلمّس وجه الحيلة في إفساده عليهم هادئاً ساكناً من حيث لا يشعرون.

البـعـوض خـفيف فـي وطـأته ، ثقيل في لذعته ، فهو كذلك الـصـاحـب الـذى يسـرّك مـنـظـره ، و يسوء ك مخبره ! يلقـاك بـابتسـامة هـى العذب الزلال رقاً و صفاء ، والسحر الحلال جمالاً و

بهـاء ، و بيـن جنبيه في مكان القلب صخرة لا تنفذها أشعة الحب ، و لا يتسرب إليهـا سـلسبيل الوفاء ، يقول لک : انى أحبک ليغلبک عـلـى قـلبک ، و يـمـلک عليک نفسک ، فإن تـم لـه ما تم أراد سـلبک مالک إن كـنـت مـن ذوي المال ، و جاهک إن كـنت من ذوى الـجاه ، فإن لـم تـكـن هـذا أو ذاک أغراک با لسير في طريق يسقط مروء تک ، و يثلم شرفک ، فإن فـاته ما يشفى به داء بطنته ، لا يفوته ما يطفى ء به نار حقده و موجدته.

لايزال البعوض ملحّاً في مهاجمتى ، فلا طاقة لي بكتابة سطر واحد مما كتبت ، والسلام.

(٤)

احمد امين : حياتى

مکمل کتاب، ملک و بیرون ملک کے کتب خانوں میں دستیاب ہے پوری کتاب کا مطالعہ لازمی ہے۔

(٥)

توفيق الحكيم: شهر زاد

ان کے ڈراموں میں ڈرامہ ''شہر زاد'' مکمل ، ملک اور بیرون ملک کے کتب خانوں میں دستیاب ہے۔ پوری کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

علم بلاغت

علم بلاغت کے تین شعبے ہیں: علم معانی، علم بیان اور علم بدیع

علم معانی

علم معانی کی تعریف:

معانی وہ علم ہے جس کے ذریعہ لفظ کے وہ احوال پہچانے جاتے ہیں جن کے ذریعہ الفاظ کو مقتضائے حال کے مطابق کیا جاتا ہے۔

اسناد کی تعریف:

اسناد ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ سے اس طرح ملانا جس سے مخاطب معلوم کرلے کہ ایک کا مفہوم دوسرے کے مفہوم کے لئے ثابت ہے یا اس سے منتفی ہے۔

حقیقت عقلیہ:

حقیقت عقلیہ یہ ہے کہ فعل یا معنی فعل کی اسناد اس چیز کی طرف کریں جو متکلم کے نزدیک ظاہر میں اس فعل کے ساتھ متصف ہو۔ جیسے فعل معروف میں فعل کی نسبت فاعل کی طرف اور فعل مجہول میں نائب فاعل کی طرف۔

مجاز عقلی:

یہ ہے کہ جس میں فعل یا معنی فعل کی اسناد اس چیز کی طرف کریں جس کے ساتھ وہ متصف نہ ہو، اور یہ اسناد کسی مناسبت اور علاقہ کی وجہ سے ہو اور کسی تاویل کے ساتھ ہو جس کا قرینہ موجود ہو۔

کلام ابتدائی:

یہ ہے کہ حکم میں مخاطب کے خالی الذہن ہونے کی وجہ سے کلام میں کوئی تاکید کا لفظ نہ ہو۔

کلام طلبی:

یہ ہے کہ مخاطب حکم میں متردد ہو اس وجہ سے کلام میں بطور استحسان کے تاکید کا لفظ موجود ہو۔

قصر:

لغت میں قصر کے معنی مقید کرنے اور منحصر کرنے اور روکنے کے ہیں اور بلاغت کی اصطلاح میں ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ ایک خاص طریقہ پر مخصوص کرنے کو قصر کہتے ہیں۔

قصر حقیقی:

ایک شے کا دوسری شے کے ساتھ باعتبار حقیقت کے خاص کرنا اس طرح کہ پہلی شے دوسری شے کے علاوہ کسی شے میں بھی نہ پائی جائے۔ جیسے لا الہ الا اللہ۔

قصر اضافی:

ایک شے کا دوسری شے کے ساتھ بہ نسبت کسی معین شے کے خاص کرنا حقیقت کے اعتبار سے نہیں۔ جیسے لا شجاعَ الا حسنٌ۔

انشاء طلبی:

وہ کلام ہے جو ایسے مطلوب کو چاہتا ہے جو طلب کرنے کے وقت حاصل نہ ہو۔

انشاء غیر طلبی: وہ کلام ہے جو کسی مطلوب کو نہیں چاہتا۔

وصل:

ایک جملہ کو دوسرے جملہ پر حرف ''واؤ'' کے ساتھ عطف کرنا۔

فصل: عطف نہ کرنے کو کہتے ہیں۔

مساوات:

یہ ہے کہ الفاظ معنی مقصود کے برابر ہوں یعنی اتنے ہی الفاظ ہوں جتنے معانی

ہوں اور اتنے ہی معانی جتنے الفاظ۔ نہ الفاظ معانی سے زیادہ نہ معانی الفاظ سے۔

ایجاز:

ایجاز یہ ہے کہ الفاظ معنی مقصود سے کم ہوں لیکن کافی ہوں۔

ایجاز قصر:

ایجاز قصر یہ ہے کہ عبارت چھوٹی ہو اور معانی بہت ہوں اور اس میں عبارت حذف بھی نہ ہو، جیسے ''ولکم فی القصاص حیوٰۃ''۔

ایجاز حذف:

یہ ہے کہ جس میں ایک یا ایک سے زائد کلمات یا جملے حذف ہوں اور ساتھ ہی ایسا قرینہ بھی ہو جو محذوف کو متعین کرے، جیسے مضاف محذوف ہوں۔ مثلاً ''واسئل القریۃ''۔

اطناب:

یہ ہے کہ کسی فائدہ کی غرض سے الفاظ معنی مقصود سے زائد ہوں جیسے ''تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا'' اس میں ''الروح'' زائد ہے۔

علم بیان

علم بیان کی تعریف:

بیان کے لغوی معنی ظاہر اور واضح ہونے کے ہیں اور اصطلاح میں علم بیان وہ علم ہے جس کے ذریعہ ایک مضمون کو کئی طریقوں سے ادا کرنے کا طریقہ آجائے۔ اس طرح کہ ایک طریقہ سے بیان کرنے میں معنی جلد سمجھ میں آجائیں اور دوسرے طریقے سے ذرا دیر میں اور تیسرے طریقہ سے اور دیر میں۔ اسی طرح جتنے طریقے بیان کے اختیار کئے جائیں ان میں معنی پہلے طریقہ کی بہ نسبت زیادہ مخفی ہوتے جائیں۔

دلالت مطابقی:

یہ ہے کہ لفظ کی دلالت پورے معنی موضوع لہ پر ہو جیسے انسان کی دلالت حیوان ناطق پر۔

دلالت تضمنی:

یہ ہے کہ لفظ کی دلالت معنی موضوع لہ کے جز پر ہو جیسے انسان کی دلالت صرف حیوان یا صرف ناطق پر۔

دلالت التزامی:

یہ ہے کہ لفظ کی دلالت اس شے پر ہو جو معنی موضوع لہ سے خارج ہو لیکن باعتبار ذہن یا عرف کے اس کے لئے لازم ہو کہ اس سے کبھی جدا نہ ہو۔ جیسے انسان کی دلالت ضاحک پر۔

مجاز:

یہ ہے کہ کوئی قرینہ پایا جائے جس سے معلوم ہو کہ یہاں معنی موضوع لہ مراد نہیں۔

کنایہ:

یہ ہے کہ معنی غیر موضوع لہ مراد ہو مگر اس پر کوئی قرینہ نہ ہو۔

تشبیہ:

ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ کسی ایسی صفت میں لاحق کرنا جو دونوں میں پائی جاتی ہو۔

مجاز مفرد:

وہ کلمہ ہے جو اصل معنی میں استعمال نہ کیا گیا ہو اور کوئی ایسا قرینہ بھی ہو جو پہلے کو مراد لینے سے روکے۔ جیسے ''دُرَرٌ'' اس قول میں ''فلان يتكلم بالدرر''۔ یہاں لفظ ''درر'' اپنے معنی موضوع لہ میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ کلمات فصیحہ اور عمدہ

گفتگو کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

مجاز مرسل:

وہ مجاز ہے جس میں علاقہ تشبیہ کے علاوہ کوئی دوسرا علاقہ ہو مثلاً علاقہ سببیت یا علاقہ مسببیت یا علاقہ جزئیت وکلیت، یا علاقہ لزوم وغیرہ۔

استعارہ:

وہ مجاز ہے جس میں تشبیہ کا علاقہ ہو۔ جیسے ''کتاب أنزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور'' یہاں پر ''ظلمات'' سے مراد ''ضلال'' ہے اور ''نور'' سے مراد ''ہدایت'' ہے۔

استعارہ تحقیقیہ:

وہ استعارہ ہے جس میں مستعار لہ حسی یا عقلی طور پر متحقق ہو۔

استعارہ تخییلیہ:

وہ استعارہ جس میں مستعار لہ کا تحقق حسی یا عقلی طور پر نہ ہو۔

استعارہ وفاقیہ:

وہ استعارہ ہے کہ کسی ایک شے میں مستعار لہ اور مستعار منہ کا ایک ساتھ جمع ہو ناممکن ہو۔ جیسے ''أو من کان میتاً فأحییناہ'' یہاں ''میتا'' سے مراد گمراہ، اور ''أحییناہ'' سے مراد ''ہدایت دینا'' ہے۔ ایک شے کو زندہ کرنا اور اسے ہدایت دینا دونوں جمع ہوسکتا ہے۔

استعارہ عنادیہ:

وہ استعارہ ہے کہ مستعار لہ ار مستعار منہ کا ایک ساتھ جمع ہونا ناممکن ہو۔

مجاز مرکب:

وہ جملہ ہے جو اس معنی غیر موضوع لہ میں استعمال کیا گیا ہو، جس کو اس جملہ کے موضوع لہ معنی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو۔

کنایہ:

کنایہ وہ لفظ ہے جس سے اس کا لازم معنی مراد لیا جائے اور اس کے ساتھ اس کے معنی ملزوم کا بھی مراد لینا درست ہو۔

علم بدیع

علم بدیع کی تعریف:

بدیع کے لغوی معنی انوکھا، نو ایجاد شے، اور بٹی ہوئی رسی کے ہیں اور اصطلاح میں وہ علم ہے جس کے ذریعہ فصیح و بلیغ کلام کو خوبصورت بنانے کے طریقے معلوم ہوں مگر ان طریقوں سے کلام میں خوبصورتی جب ہی سمجھی جائے گی جب کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو اور اس کی دلالت مقصود پر واضح ہو۔

محسنات معنویہ

مطابقہ:

کلام میں ضدین کا جمع کرنا، یعنی ایسے دو الفاظ لانا جن کے معنوں میں فی الجملہ تقابل اور ضد ہو۔

طباق الایجاب:

یہ ہے کہ متضاد الفاظ کے ساتھ حرف نفی نہ ہو، یا منطق کی زبان میں یہ کہ قضیہ موجبہ ہو اور اس میں الفاظ متقابل ہوں۔

طباق السلب:

یہ ہے کہ کلام میں ایک مصدر کے دو فعل لائے جائیں جن میں ایک فعل مثبت ہو اور دوسرا فعل منفی۔

مقابلہ:

یہ ہے کہ دو یا زیادہ متوافق معنی لائے جائیں پھر علی الترتیب ہر لفظ کا متقابل لایا جائے۔

مراعاۃ النظیر:

یہ ہے کہ ایسے دو یا زیادہ امور کو ایک جگہ جمع کریں جو ایک دوسرے کے مناسب ہوں لیکن یہ مناسبت تضاد کی نہ ہو۔

تشابہ الاطراف:

یہ ہے کہ ختم کلام میں ایسا لفظ لائیں جو معنی کے لحاظ سے ابتدائے کلام کے مناسب ہو۔

ارصاد:

یہ ہے کہ فقرے اور شعر کے آخری لفظ سے پہلے ایسا لفظ لاویں جس سے معلوم ہو جائے کہ آخری لفظ فلاں ہوگا، بشرطیکہ ''حرف روی'' یعنی قافیہ کا آخری حرف جو بار بار آتا ہے معلوم ہو۔

مشاکلہ:

یہ ہے کہ ایک معنی کو اس لفظ سے ذکر کریں جو دوسرے معنی کے لئے موضوع ہو اس مناسبت سے کہ دونوں ایک جگہ مذکور ہوئے ہوں۔

مزاوجہ:

یہ ہے کہ دو معانی شرط و جزا میں ایسے واقع ہوں کہ پہلے معنی پر جو امر مرتب ہو وہی دوسرے معنی پر مرتب ہو۔

عکس:

یہ ہے کہ کلام میں ایک جزو کو مقدم کیا جائے، پھر اس کو مؤخر کیا جائے۔

رجوع:

یہ ہے کہ پہلے ایک کلام بولیں پھر اس کے بعد لَوٹ کر کسی نکتہ کی وجہ سے اسکو باطل کر دیں۔

توریہ:

یہ ہے کہ ایک ایسا لفظ بولیں جس کے دو معنی ہو، ایک قریب، کہ لفظ بولتے ہی ذہن میں وہ معنی آ جائے۔ دوسرے بعید کہ جو فوراً ذہن میں نہ آئے اور قریب معنی چھوڑ کر بعید معنی مراد لئے جائیں۔

استخدام:

یہ ہے کہ کسی لفظ کے دو معنی ہوں ایک معنی تو اس لفظ سے مراد لیں اور دوسرے معنی اس کی ضمیر سے جو اس لفظ کی طرف راجع ہو۔

لفّ ونشر:

لغت میں ''لف'' کے معنی ''لپیٹنے'' اور ''نشر'' کے معنی ''پراگندہ کرنے اور پھیلانے'' کے۔ اور اصطلاح میں یہ ہے کہ پہلے کئی چیزیں ذکر کریں یہ ''لف'' ہے پھر ان سب میں سے ہر ایک کے مناسبات اور متعلقات بلا تعیین بیان کریں، یہ نشر ہے۔

لف ونشر مرتب:

یہ ہے کہ جس ترتیب سے لف ہو اسی ترتیب سے نشر بھی ہو۔

لف ونشر غیر مرتب:

یہ ہے کہ ''نشر'' کی ترتیب ''لف'' کی ترتیب کے موافق نہ ہو بلکہ بلا ترتیب ہو۔

جمع: یہ ہے کہ کئی چیزوں کو ایک حکم میں جمع کریں۔

جمع وتفریق:

یہ ہے کہ کئی چیزوں کو ایک حکم میں جمع اور شریک کریں اس کے بعد وجہ

اشتراک میں فرق ظاہر کردیں۔

تقسیم:

یہ ہے کہ پہلے چند چیزیں ذکر کریں پھر ہر ایک کے مناسب امر کا ذکر کریں اور جو مناسب امر جس کے لئے ہو اس کو متعین بھی کردیں۔

جمع وتقسیم:

یہ ہے کہ چند چیزوں کو ایک حکم میں جمع کریں پھر ان کی تقسیم کردیں۔

تجرید:

یہ ہے کہ ایک شے ذی صفت سے ایک اور شے ذی صفت اسی طرح کی نکالی جائے بقصد مبالغہ تاکہ یہ معلم ہو جائے کہ وہ پہلی شے اس صفت میں ایسی کامل ہے کہ اس سے ایک اور شے اسی طرح کی نکل سکتی ہے۔

مبالغہ:

یہ ہے کہ کسی وصف کے بارے میں یہ دعوی کیا جائے کہ وہ زیادتی یا کمی اور سختی یا نرمی میں اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ جو محال یا بعید از عقل ہے۔

مذہب کلامی:

یہ ہے کہ متکلمین کے طریقے پر مقصود کے لئے دلیل لائی جائے، متکلمین کے طریق پر دلیل پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دلیل کی صورت منطقی ہو۔ یعنی قیاس اقترانی یا استثنائی کے طور پر ہو، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بالفعل قیاس کی صورت عبارت میں ہو بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس عبارت سے قیاس کی صورت پر مقدمات کا ترتیب دینا صحیح ہو۔

حسن تعلیل:

یہ ہے کہ کسی وصف کے لئے مناسب علت کا دعوی کیا جائے کسی ایسے لطیف

اعتبار سے جو حقیقی نہ ہو۔

تفریع:

یہ ہے کہ کسی امر کے متعلق کے لئے ایک حکم ثابت کریں پھر وہی حکم دوسرے امر کے متعلق کے لئے ثابت کریں۔

تاکیدالمدح بمایشبہ الذم:

یعنی تعریف کی تاکید ایسے الفاظ سے کرنا جو کہ ذم کے مشابہ ہو، یعنی وہ الفاظ ظاہر میں تو مذمت معلوم ہوں لیکن حقیقت میں غایت درجہ کی مدح ہو۔

تاکیدالذم بمایشبہ المدح:

یعنی ہجو کی تاکید ایسے الفاظ سے کرنا جو مدح کے مشابہ ہو۔ یعنی وہ الفاظ ظاہر میں تو مدح معلوم ہوں لیکن حقیقت میں غایت درجہ کی ہجو ہو۔

استتباع:

یہ ہے کہ کسی شے کی مدح ایسے طریقے پر کریں کہ اس مدح میں سے ایک اور مدح حاصل ہو جائے۔

ادماج:

یہ وہ کلام ہے جو ایک معنی کے لئے لایا گیا ہو لیکن دوسرے معنی کو بھی ضمناً شامل ہو گیا ہو۔

توجیہ:

یہ ہے کہ کلام اس طرح ادا کریں کہ اس میں دو مختلف معنوں کا احتمال ہو۔

اطراد:

یہ ہے کہ کلام میں ممدوح اور اس کے باپ دادوں کے نام بغیر تکلف ولادت کی ترتیب سے لائے جائیں۔

قول بالموجب:

یہ ہے کہ متکلم مقدمات کو تسلیم کرے اور نتیجہ میں اختلاف کرے یعنی کلام کے معنی متکلم کی مراد کے خلاف لینا۔

تجاہل عارف:

یہ ہے کہ کسی نکتہ کی بناء پر شے معلوم کو غیر معلوم ظاہر کریں یعنی جانتے ہوئے انجان بن جائے۔

الہزل المراد بہ الجد:

یہ ہے کہ کلام بطور ہنسی مذاق کے ہو مگر مراد اس سے ہنسی اور تمسخر نہ ہو بلکہ سچ مچ کہنا مقصود ہو۔

محسنات لفظیہ

جناس:

اس کو تجنیس بھی کہتے ہیں یہ ہے کہ دو لفظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں مختلف ہوں۔

ردالعجز علی الصدر:

یہ ہے کہ جو لفظ کلام کے ابتدا میں ہو وہی لفظ یا اس کا مرادف یا اس کا ہم جنس کلام کے آخر میں لائیں۔

سجع:

یہ ہے کہ دو فقرے آخری حرف میں موافق ہوں۔ یعنی پہلے فقرہ کا آخری حرف جو ہو وہی دوسرے فقرہ کا بھی آخری حرف ہو۔

تشریع:

یہ ہے کہ شعر کی بنیاد دو قافیوں پر ہو اس طرح کی جس قافیہ پر بھی ٹھہریں شعر

کا مطلب صحیح رہے۔

لزوم مالا یلزم:

یہ ہے کہ شعر میں حرف ردی کے پہلے اور نثر میں اس حرف کے پہلے جو ردی کے قائم مقام ہے ایسا حرف لائیں جس کا لانا سجع میں ضروری نہ ہو۔

قلب:

یہ ہے کہ حرفوں کے الٹ دینے سے پھر وہی عبارت بن جائے جو پہلے تھی۔

تضمین:

یہ ہے کہ شاعر اپنے شعر میں دوسرے شاعر کے شعر کا کچھ حصہ ذکر کرے اور اگر وہ شعر مشہور نہ ہو تو یہ بھی بتادے کہ فلاں کا شعر یا مصرعہ ہے۔

اقتباس:

یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں قرآن مجید یا حدیث شریف کا کچھ حصہ لائے اس طرح پر کہ یہ نہ بتائے کہ یہ قرآن یا حدیث ہے۔

تلمیح:

یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں کسی آیت یا حدیث یا شعر یا قصہ یا کہاوت کی طرف اشارہ کرے۔

عقد:

یہ ہے کہ نثر کو نظم بنادیا جائے۔

حل:

یہ ہے کہ نظم کو نثر بنادیا جائے۔

حسن الابتداء:

یہ ہے کہ متکلم کلام کے ابتداء میں شیریں کلمات، عمدہ ترکیبیں، صحیح معنی، بلند

خیالات اور نازک معانی لائے۔

حسن تخلص:

ابتداء میں جو عمدہ اور دلچسپ مضمون بیان کیا جاتا ہے اس کو ''تشبیب'' کہتے ہیں اس ابتدائی کلام یعنی تشبیب سے مقصود کلام کی طرف منتقل ہونے کو اس مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے جو تشبیب اور مقصود کلام میں ہے حسن تخلص کہتے ہیں۔

حسن انتہا:

یہ ہے کہ متکلم کلام کے آخر میں شیریں کلمات عمدہ ترکیب و ترتیب اور صحیح معنی لائے۔

حسن اختتام:

کلام کے آخر میں ایسا مضمون لانا جس سے معلوم ہوجائے کہ کلام ختم ہورہا ہے۔

علم بلاغت کو زیادہ تفصیل سے پڑھنے کیلئے ان کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے:

۱ عربی زبان میں ''دروس البلاغۃ'' مصنفہ حفنی ناصف محمد دیاب سلطان محمد۔

۲ اردو زبان میں ''البلاغت'' مصنفہ مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری۔

یہ دونوں کتابیں بآسانی ملک کے کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔

عربی گرامر کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ لازم ہے:

صرف:

۱ ''علم الصرف''، ''آسان صرف''، ''تمرین الصرف'' وغیرہ

نحو:

۱ عربی میں ''ہدایۃ النحو'' اور اردو زبان میں ''علم النحو''، ''آسان نحو''، ''تمرین النحو'' وغیرہ۔ یہ کتابیں کتب خانوں میں بآسانی دستیاب ہیں۔

الجزء (س)

ترجمة من اللغة الأردية الى اللغة العر بية

SECTION (C)
Translation from Urdu to Arabic

انشاء:

انشاء میں (ترجمہ سیکھنے کے لئے) ''معلم الانشاء''۔اس کا پہلا حصہ تو بہت ضروری ہے اور دوسرا حصہ بھی پڑھ لیا جائے۔ یہ کتاب بھی کتب خانوں میں بآسانی دستیاب ہے۔

بطور نمونہ کے پی، سی، ایس کا پیپر

2014

ARABIC LITERATURE: Paper-I

Time allowed : Three Hours Maximum Marks : 200

Note: (i) There are total eight questios two sections printed in both Arabic and English.

(ii) Answer five questions, selecting atleast two from each section.

(iii) Marks are given against each of the question.

(iv) All Questions carry equal marks.

Section - A

1. (a) Write briefly about the development of elegy during the Pre-Islamic period. 15

اکتب بالا ختصار عن تطور المراثی فی العصر الجاهلی.

(b) Give a biographical note on Hassan Bin Thabit and his poetical endeavours. 15

اکتب بالاختصار عن حسان بن ثابت ، حیاته و شعره.

(c) Write a detailed not on Al-Hamasah of Abu Tammam. 10

اكتبوا عن ديوان الحماسة لأبى تمام با لتفصيل.

2. (a) Write briefly about the development of poetry during the Umayyad period. 15

اكتب بالاختصار عن تطور الشعر فى العصر الأموى .

(b) Write a biographical not on ابوالعتاهية pointing out the merit of his poetry. 15

اكتب عن حياة أبى العتاهية و خصائص شعره.

(c) Bruing out the impact of Quran on Arabic Literature. 10

ماهى تاثير القرآن الكريم فى الأدب العربى.

3. (a) Describe in brief the development of oratory (الخطب) during the Hmayyad period. 15

اكتبوا بالاختصار عن تطور الخطب فى العصر الأموى.

(b) Discuss about the life of امرؤالقيس and his Muallaqat. 15

اكتب عن حياة امرؤ القيس و معلقاته.

(c) Ascertain the place of خنساء among Arabic poets. 10

ماهى مقامة خنساء بين الشعراء العربى.

4. (a) Discuss about the development of poetry during the Abbasid period. 15

اكتب عن تطور الشعر فى العصر العباسى.

(b) What are the trends of Muallqat ? Discuss. 15

ابحث عن روايات المعلقات.

(c) Write a critical not on Farazdaq. 10

اكتب مقالة نقدية حول فرزدق

Section - B

5. (a) What do yoy know about the Arabic poetry of Iraq? 15

اكتب ماذا عر فت عن خصائص الشعر فى العراق.

(b) Write a short note on Jareer and his writing style. 15

اكتبوا عن جرير و اسلوبه بالايجاز.

(c) Write an essay in Akhtal ' s satires. 10

اكتب مقالة عن المذهب الأخطل فى الهجاء.

6. (a) Write an essay on Shauqi Zaif and his writings. 15

اكتب مقالة عن شوقى ضيف و مؤلفاته.

(b) Discuss the development of poetry in modern Arabic literature. 15

اكتب عن تطور الشعر فى العر بى الحديث.

(c) What do yuo know about and his pros works? 10

ماذا عر فت عن عبد الله ابن المقفع و نثره ، اكتب.

7. (a) Discuss about the life and works of طٰه حسين 15

اكتب مقالا عن طٰه حسين: حياته و اعماله .

(b) The talent of مصطفى لطفى منفلوطى was God gifted.

Discuss. 15

"كان المنفلو طى اديباً موهوباً" اشرحوا.

(c) Throw light on احمد امين and his 'حياتى' 10

اكتب عن احمد امين و 'حياتى'.

8. Define and illustrate any three of the following: 40

عرفوا مع الامثلة ثلاثة من هذه:

(i) الخبر

(ii) الاستعارة

(iii) الكناية

(iv) الجمع السالم

(v) الجملة الاسمية

(vi) الموصول

ARABIC LITERATURE: Paper-II

Time allowed : Three Hours Maximum Marks : 200

Note: (i) Candidates should attempt Q. Nos. 1, 5, 8 and two of the remaining ones.

(ii) All questions carry equal marks.

Section - A

1. Translate any ten of the following in to Urdu, Hindi or English:

كأنى غداة البين يوم تحـــملوا لدى سمرات الحى ناقف حنظل

وقوفا بها صحبى على مطـــيهم يقولون لا تهلک اسى و تجمل

و ان شفائى عبرة مـــهـــراقة فهل عند رسم دارس من معول

هل رسم دارسة المقام يـــباب متكلم لمحـــاور بـــجـــواب

و لقد رأيت بها الحلول يزينهم بيض الوجوه ثواقب الاحساب

فدع الديار و ذكر كل خريـدة بيضاء اَنسة الحديث كـعـــاب

يؤرقنى التذكر حين أمـــســـى فيرد عنى من الاحزان نـكـــسى

على ضحراوىّ كـــصـــــخر ليوم كريهة وطـعـــان خلس

فلم اسمع به رزء الـــجـــــن ولم ار مـــــثـــلة رزء الانس

ودار لها با لرقـــمـــتين كأنها مراجيع وشم فى نواشر معصم

بها العين والآرام يمشين خلفةً وأطلاؤهاينهضن من كل حجثم

وقفت بها من بعد عشرين حجة فلأياً عرفت الـــدار بعد توهم

أمن آل نعم انت غـــاد خمبكر غداة غد أم رائح فـــمـــهجر

بحاجةنفس لم تقل فی جوابها فتبلغ عزرا والمقالة تـــعـــذير

تهيم الی نعم فلا اشمل جامـع ولاالجيل موصول ولاالقلب مقصر

وليس قولک من هذا؟بضائره العرب تعرف منانكرت العجم

كلـــتـــا يديه غياث عم نفعها يستو كفان و لا يعروهما عدم

سهل الخليقةلا تخشی بوادره يزنيه اثنان:حسن الخلق واشيم

حمال اثقال اقوام اذااخترحوا حلوا شمائل:تحلواعنده نعم

يكاد يمكه عرفان راحـــــته ركن الحطيم اذا ماجاء يستلم

2. Explain with reference to the context either of the following:

(الف)

سلام الله عدة رمـــــــل خبت علی ابن الهيثم الملک اللباب

ذكرتک ذكرة جذبت خوادی اليک كانّها ذكـــری التصابی

فلا تغيب مـــحـــلک كل يوم من الانواء الطاف الـــــسحاب

سقت جود اتوالی منک جودا وربعاً غير مجتنب الجـنـــاب

فثم الجود مـــشـــرود الاواخی و ثم المجد مضروب الـــقباب

(ب)

يا خير منجاء الوجود تـــحـــــية من مر سلين الی الهدی بک جاؤا

بيت النبيين الذی لا يـــلـــتـــــقی الا الحنائف فيه والـــحـــــنـــفاء

خير الأبوة حازهـــــــم لک آدم دون الانام واحـــــــــرزت حوّاء

هم ادركوا اعز النبوة وانتـــــهت فيها اليک الـــعـــــزة الـــــقعاء

خلقت لبيتک وهو مخلوق لـــها ان العظائم كفؤها الـعــظـــماء

3. Write an essay on the life and poetry of Imra-ul-Qais (امرؤالقيس)

4. Write a critical note on the poetic abilities of Abu-Tammam (ابو تمام)

SECTION - B

5. Translate either of the following passages with reference to the context in to Urdu, Hindi or English:

(الف)

قـال دمـنة: ليـس الـملک بحقيق ان يدع مكانه لأجل صوت، فقد قالت الـعـلـمـاء ليـس مـن كـل الأمـوات تـجـب الهيبة . قـال الأسد ومثل ذلک؟ قـال دمـنةزعـمـوا أن ثعلباً أتى أجمة فيها طبل معلق على شجرة و كلّما هبّت الريح على قـضبـان تـلک الشجرة حركتها فضربت الطبل فسمع له صوت عظيم باهر.فتوجه الثعلب نحوه لأجـل مـا سمع من عظيم صوته ، فلما أتاه وجد ضخماً فأيقن فى نفسه بكثرة الشحم واللحم . فعالجه حتى شقّه فلما رأه أجوف لا شئ فيه قال لاأدرى لعل افشل الأشياء أجهرها صوتا وأعظمها جثة.

(ب)

أحـب أن لـذعـات الـعبوض قد اخذت مأخذها من عقلى و فهمى وانى قد بـأت اهـذى هـذيـان الـمحموم ، فمن اين لى و لو كان البعوض انساناً و يفهم معنى الـرحـمة و يـعـرف قـيـمة الـمرؤة كان يسمع شكاث و يكثف ظلامتى و متى كان الانسان احسن حالاً من البعوض وارحم قلباً و اشرف غاية فاتمنى ان لوكان مكانه .

بـل مـن أيـن لی أن هذا الذی أحسبه بعوضاً ليس بانسان تقمّص البعوض و تمثل لی فـی جسـمـه الصغير و جناحه الرقيق و أی غرابة فی أن أتخيل ذلک التقمّص مادام الانسان والبعوض سواء فی حب الشر والميل الی الاذی.

6. Discuss the contribution of 'Ibn al - Muqaffa' (ابن المقفع) to Arabic Prose.

OR

Write a critical note on 'Kalila wa Dimna'(كليلة و دمنة)

7. Describe the contribution of Taufiq al-Hakim (توفيق الحكيم) to the development of Arabic Drama.

SECTION - C

8. Translate any one of the following in to Arabic:

(الف)

ریل گاڑی اور ہوائی جہاز موجودہ زمانہ کی ایجادات سے ہیں۔ ریل گاڑی کی افادیت بہت زیادہ ہے، درحقیقت ملکی تجارت کا سارا دارو مدار اسی پر ہے۔ اگر ریل نہ ہوتو تجارت ماند پڑ جائے۔ اندرون ملک کا زیادہ تر سفر ریل کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ریل کی وجہ سے سفر کی مشکلات بہت کم ہوگئی ہیں۔

(ب)

کتاب ''الف لیلۃ ولیلۃ'' کی بنیاد قدیم فارسی داستان ''ہزار افسانہ'' پر ہے جس میں کئی ایسے قصے شامل ہیں جن کی اصل ہندوستانی معلوم ہوتی ہے۔ اس میں زیادہ تر قصے ایسے ہیں جن سے ہارون الرشید کے عہد کے بغداد کی ثقافت اور ماحول کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس کتاب میں ۲۶۴ قصے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام ''الف لیلۃ ولیلۃ'' کثرت کے اظہار کے لئے ہے، تعداد کا تعین مقصود نہیں۔

مراجع:

١ قرآن کریم

٢ الکتب الستۃ۔دارالسلام للنشر والتوزیع،المملکۃ العربیۃ السعودیۃ۔الطبعۃ الرابعۃ ٢٠٠٨ء

٣ دیوان امرؤالقیس

٤ دیوان زہیر بن ابی سلمی،اعتنی بہ وشرحہ،حمدوطمّاس،دارالمعرفۃ،للطباعۃ والنشر والتوزیع،بیروت،لبنان۔الطبعۃ الثانیۃ ٢٠٠٣ء

٥ دیوان خنساء،اعتنی بہ وشرحہ حمدوطمّاس۔دارالمعرفۃ،للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت،لبنان۔الطبعۃ الثانیۃ ٢٠٠٤ء

٦ دیوان حسان بن ثابت،شرحہ واعتنی بہ:ابراہیم شمس الدین،دارصبح،بیروت لبنان۔الطبعۃ الاولیٰ ٢٠٠٨ء

٧ دیوان عمر بن أبی ربیعہ،تحقیق عبدالرحمٰن المصطاوی،دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع،بیروت،لبنان۔الطبعۃ الاولیٰ ٢٠٠٧ء

٥ عمر بن ابی ربیعہ،الدکتور جبرائیل جبّور،دارالعلم للملایین،بیروت،لبنان، الطبعۃ الاولی،١٩٨١ء

٨ دیوان فرزدق،ابوفراس ہمام بن غالب التمیمی،شرحہ وضبطہ وقدم لہ،الاستاذ علی فاعور،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،لبنان۔

٩ دیوان ابوتمام،شرح دیوان أبی تمام،الخطیب التبریزی،دارالکتاب العربی

بیروت، لبنان۔ ۲۰۰۷ء
۱۰ دیوان شوقی ،توثیق وتبویب وشرح وتعقیب: الدکتور احمد محمد الحوفی ،نہضۃ مصر للطباعۃ والنشر والتوزیع ،الفجالۃ ۔القاہرۃ
۱۱ اشعار الشعراء الستۃ الجاہلیین ، ابراہیم شمس الدین ، دار الکتب العلمیۃ ، بیروت، لبنان ۔الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۱ء
۱۲ کلیلۃ ودمنۃ ۔
۱۳ مقدمۃ ابن خلدون، مؤرخ عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون، اعتناء ودراسۃ ، أحمد الزعبی ،شرکۃ دار الارقم بن أبی الارقم للطباعۃ والنشر والتوزیع ، بیروت، لبنان۔
۱۴ النظرات، مصطفیٰ لطفی منفلوطی ،احسان بکڈپو لکھنؤ ،الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۷ء
۱۵ حیاتی ،احمد آمین
۱۶ الشعر والشعراء، ابن قتیبہ ، دار المعارف ۔
۱۷ معجم الشعراء ۔منذ بدأ عصر النہضۃ ،ڈاکٹر امیل بدیع یعقوب، دار صادر للطباعۃ والنشر ، بیروت، لبنان ۔الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۴ء
۱۸ معجم الشعراء المخضرمیین والامویین ،ڈاکٹر عزیزۃ فوال بابتی ،دار صادر للطباعۃ والنشر ، بیروت، لبنان ۔الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۸ء
۱۹ تاریخ الادب العربی ،احمد حسن زیات ،دار المعرفۃ ،بطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت، لبنان ۔ الطبعۃ العاشرۃ ،۲۰۰۶ء
۲۰ تاریخ الادب العربی ،عمر فروخ ،دار العلم للملایین ، بیروت، لبنان، الطبعۃ السابعۃ ، ۲۰۰۶ء

۲۱ تاریخ آداب العرب، مصطفیٰ صادق الرافعی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۰ء۔

۲۲ تاریخ ادب عربی، اردو، طفیل احمد مدنی۔ایوان کمپنی ۶۰ نخاس کہنہ الہ آباد۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۵ء

۲۳ تاریخ ادب عربی، اردو، محمد نعیم صدیقی۔شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، جلال الدین اسپتال بلڈنگ، سرکلر روڈ چوک اردو بازار، لاہور۔

۲۴ عربی ادب کی تاریخ، ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان حکومت ہند۔ چوتھا ایڈیشن ۲۰۰۹۔

۲۵ جدید عربی شاعری، ڈاکٹر شمس کمال انجم، عفیف پرنٹرس، دہلی ۶، ۲۰۱۴ء

۲۶ جدید عربی ادب، ڈاکٹر شوقی ضیف، ترجمہ ڈاکٹر شمس کمال انجم، الکتاب انٹر نیشنل، نئی دہلی۔جنوری ۲۰۰۵ء

۲۷ دروس البلاغۃ۔حفنی ناصف، محمد دیاب، سلطان محمد، مصطفیٰ طموم۔ مکتبۃ البشری، کراچی، پاکستان۔الطبعۃ الجدیدۃ ۲۰۱۱ء

۲۸ البلاغت، مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری۔مکتبہ الاشرف، آزادنگر، کریلی الہ آباد، نیا ایڈیشن۔

۲۹ ظفر المحصلین بأحوال المصنفین، مولانا محمد حنیف گنگوہی، حنیف بکڈپو دیوبند۔

۳۰ معین المترجم، مولانا فصیح الدین دہلوی، مکتبہ وحیدیہ دہلی، ۲۰۱۳ء